رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸
رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

الحکم

THE AL HAKAM. QADIAN

قادیان

دور جدید

ہفتہ وار

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

چگویم بانو گر آئی چہ در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی ٭ مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ

حکومت اور والیان ریاست سے ۱۰ر
امراء اور رؤسا سے ۵ر
معاونین سے ۱ر
عوام سے ۵ر
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح

قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ
۲ر

جلد ۳۹ | ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۳۶ء یوم جمعہ | نمبر ۴

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا سفر سندھ

اور

چھ مبلغین احمدیت کا دنیا کے مختلف حصوں کی طرف سفر

یکم فروری کو ۵ بجے دن کے ایک نہایت ہی رقت انگیز اور ایمان پرور نظارہ دیکھنے میں آیا۔ جبکہ دین حقیقی کے مناد اپنے پیارے امام کے حکم و ارشاد کے ماتحت ممالک غیر میں اپنے وطنوں اور عزیزوں کو خدا حافظ کہتے ہوئے غیر ممالک کی طرف جا رہے تھے۔ اس تقریب پر قادیان کے تقریباً تمام مرد اور نوجوان ان سب کو خدا حافظ کہنے کے لئے موجود تھے۔ نیشنل لیگ کورز کے نوجوان حسب معمول باوردی موجود تھے۔ اور سلسلہ کے مبلغین بھی جو ان دنوں سالار جیش مرزا گل محمد صاحب اور افسر جیش سید احمد صاحب مولوی فاضل کی زیر نگرانی دریا پر فوجی ٹریننگ حاصل کر رہے تھے وہ بھی اس تقریب میں شامل ہونے کے لئے دریا سے چلکر آئے ہوئے تھے۔ اکثر مبلغین کے کندھوں پر ان کے مختصر بستر بندھے ہوئے تھے۔ جو بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ اور قلب پر گہرا اثر کرتے تھے۔ مبلغین اور دیگر ممبران کورز نے جانے والے مبلغوں کے اعزاز میں فوجی سلامی اتاری۔ اسٹیشن کے اندر اور باہر اتنا جم غفیر جمع تھا۔ کہ بہت سے لوگ مبلغین سے مصافحہ نہ کر سکے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا مشکل ہو رہا تھا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بھی اس ٹرین سے اپنے خدام سمیت علاقہ سندھ میں اپنی اور سلسلہ کی زمینوں کے معائنہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضور کے ساتھ صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے ناظر اعلیٰ۔ مولوی عبد المغنی صاحب ناظر بیت المال۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور بابو فضل احمد صاحب ہیں۔

حضور نے سب مبلغین جو تعداد میں چھ تھے حسب معمول لمبی دعا اور معانقہ کے ساتھ اس مبارک سفر پر روانہ کیا۔ مجاہدین کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس مبلغ لنڈن۔ شیخ نذیر احمد صاحب مبلغ افریقہ۔ مولوی نذیر احمد صاحب مبشر مبلغ مغربی افریقہ۔ مولوی عبد الواحد صاحب مبلغ جاوا۔ مولوی محمد شریف صاحب و مولوی عزیز احمد صاحب۔ پبلک نے اللہ اکبر۔ اور مبلغین احمدیت زندہ باد اور فضل عمر زندہ باد کے نعروں سے قادیان کی فضا میں ایک گونج پیدا کر دی۔ اور ان ہی نعروں کے درمیان گاڑی رخصت ہوئی۔

ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حضرت امام کو اس سفر میں پورے طور پر صحت و عافیت سے رکھے۔ اور یمن و اقبال سے مالا مال کرتے ہوئے واپس لائے اور اسی طرح مبلغین سلسلہ کو اپنے فضل و کرم سے لے جائے اور منزل مقصود پر پہنچائے۔ اور سلسلہ کی خدمت کی توفیق دے۔ (آمین)

امرتسر سٹیشن پر حضرت امیر المومنین کی تشریف آوری

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کل ۵ بجکر ۵ منٹ بعد دوپہر کو بسلسلہ سفر سندھ امرتسر سٹیشن پر تشریف لائے امرتسر شہر اور مضافات کے احباب باوجود باقاعدہ اطلاع نہ ہونے کے بکثرت سٹیشن پر حضور کی ملاقات اور زیارت کے لئے موجود تھے۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی تو تمام احباب نے حضور سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔ بعض غیر احمدی اصحاب بھی حضور کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر مندرجہ ذیل چار نئے دوست حضور کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

(۱) میاں عبد الغنی صاحب ولد فضل کریم صاحب۔ (۲) محمد شریف صاحب ولد حسین بخش صاحب۔ (۳) اکبر دائیں صاحب ولد محمد دائیں صاحب (۴) محمد شفیع صاحب نو مسلم ولد اللہ رکھا صاحب [illegible] (الفضل)

معرکۂ حق و باطل

حق و باطل میں باہم دشمنی ہے
ازل سے طور دنیا کا یہی ہے
علم حق کا مگر جھکتا نہیں ہے
یہ طوفاں بڑھ کے پھر رکتا نہیں ہے
ظہورِ مہدئ موعود کیا تھا
شیاطیں کے لئے پیغام ہیجا
اٹھا طوفان اعدا موج در موج
صف آرا ہو گئی ابلیس کی فوج
بڑھے کف در دہاں شیطان سارے
ہوئے یکجان بے ایمان سارے

ادہر حق کا علم بردار تنہا
عدو سے برسرِ پیکار تنہا

وہ کیا ڈرتا کہ تھا اللہ کا شیر
کیا ایک ایک حق بیزار کو زیر
کہاں ہے آج امریکہ کا ڈوئی
ہے اس کا نام لیوا آج کوئی؟
بٹالے کا وہ وہابی علام
مٹا ناکام ہو کر اور بدنام
کہاں ہیں آج حق بیزار دشمن
وہ شر النّاس وہ مکّار دشمن

ہوئے مصداق "ما ربحت تجارہ"
خریدا دین و دنیا کا خسارہ

خدا کے ہاتھ میں ہو ہاتھ جسکا
فرشتے دے رہے ہوں ساتھ جسکا.
جو مرسل ہو خدائے دو جہاں کا
مقابل کون ہو اس پہلواں کا
وہ جنکو پیار تھا تاریکیوں سے
تھے جاہل نور کی باریکیوں سے
کہاں ہیں مولوی اور پیر زادے
کہاں ہیں انکے فرعونی ارادے
کہاں ہیں آج انکے وہ دعاوی
نحوست ان کی قبروں پر ہے حاوی

ہے پھل حق دشمنی کا نامرادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہوا کس کا جہاں میں نام روشن
ہے کس کے فیض سے اسلام روشن
ملی نصرت کسے بزمِ جہاں میں
معزز کون ہے کون و مکاں میں

مرا مولا مسیحِ قادیانی
مرا آقا مسیحِ قادیانی

مسلماں را مسلماں باز کردہ
بہ اصحاب رسول انباز کردہ
دیا پیغام اسلام آریوں کو
دکھائی نور کی راہ ناریوں کو
مے توحید دی عیسائیوں کو
بتِ تثلیث کے شیدائیوں کو
ہوئے افسردہ ایماں نور سیراب
کیا ذرّوں کو خورشیدِ جہاں تاب

مگر خفاش سیرت یعنی احرار
نجانے کیوں ہیں نورِ حق سے بیزار

ازل میں بھی تھا اک احرار نامی
جسے بھائی نہ آدم کی غلامی
نہ کی تعمیل فرمانِ خدا کی
کہا ناری ہوں میں آدم ہے خاکی
وہ سجدے سے تو یہ مسجد سے بیزار
ہیں یکساں ہر دو احراروں کے اطوار
یہ افضل حق یہ مظہر یہ بخاری
ہیں سیمیں ٹکیوں کے سب بھکاری
یہ روپہلی پرندوں کے شکاری
کریں گے دیں کی کیا خدمتگذاری
انہیں کیا واسطہ دینِ ہدیٰ سے
ہے جنکی ساکھ قائم افترا سے
پجاری زر کے اور بندے شکم کے
مواعظ ان کے سب دھندے شکم کے
کریں مسجد سے جو نفرت کا اظہار
حرم سے اور انہیں ہو کچھ سروکار

کہوں کیا کس طرح جیتے ہیں یہ لوگ
غریبوں کا لہو پیتے ہیں یہ لوگ

یہ کیا سمجھے ہیں ابنِ میرزا کو
بشیر الدین محمودِ خدا کو
سنو وہ مظہرِ حق و علا ہے
نزول اسکا نزولِ کبریا ہے
وہ ہے فرزند دلبندِ گرامی
اسیروں کی رہائی کا پیامی
قدر انداز میدانِ سیاست
مسلّم جسکی اعدا میں شہامت
وہ بحرِ بیکران علم و عرفاں
دل و ایمان و جانِ علم و عرفاں
یہ وہ ہے پیش بینی جس پہ بس ہے
فراست اسکی اتنی دور رس ہے
کہ اسپر آج ہی وا ہو رہے ہیں
جو مستقبل میں فتنے ہو رہے ہیں
ہے وہ جان بخش اسکا حسن تقریر
کہ بوسہ دیتی ہے لفظوں کو تاثیر
لئے ہے مشعل نورِ ہدایت
وہ ہے فاران حق طورِ ہدایت
تقدس کی اگر ہے کوئی تصویر
تو وہ فضل عمر ہی سے ہے تعبیر

بشارت جسکی حق نے بار ہا دی
فسبحان الذی اخزیٰ لاعادی

(امیر اللہ بخش تسنیم)

سیرت المہدی کا ایک ورق

(حضرت عرفانی کی قلم سے)

عرصہ سے حضرت عرفانی صاحب قبلہ "الحکم" کے لئے کچھ نہیں لکھ سکے۔ بہت سے احباب کی خواہش تھی۔ کہ وہ کچھ لکھیں۔ میں نے ان کو توجہ بھی دلائی۔ مگر ان کی مصروفیت بدستور ہے۔ اگرچہ انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ جلد ایک سلسلہ مضامین

"میری زندگی کے نشیب و فراز"

کے عنوان سے شروع کریں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی صحت میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ اور ان کو توفیق دے۔ کہ وہ جلد اس سلسلہ کو شروع کر سکیں۔ میں اپنے احباب کی خاطر ان کے مسودات میں سے ایک مضمون آج کی اشاعت میں سیرت المہدی کے عنوان سے دیتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

عفت وطہارت نفس

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کو جب ہم **عفت** وطہارت نفس کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو **عصمت**۔ **عفت** کے آپ اعلیٰ مقام پر نظر آتے ہیں۔ اور یہ کوئی خیالی یا عقیدہ کی بات نہیں ہے۔ بلکہ واقعات کی روشنی میں یہ امر روز روشن کی طرح نمایاں ہے۔

قرآن مجید کی اصطلاح میں **عفت** وطہارت نفس کو بہ لفظ **"احصان"** بیان کیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد وہ خاص طہارت نفس ہے۔ جو مرد اور عورت کی قوت تناسل سے تعلق رکھتی ہے۔ اور **محصن** یا **محصنہ** کو ایسے حالات اور واقعات سے گذرنا نہ پڑے جہاں اس کے جذبات اور **شہوات** پر حکومت اور محض خدا کے لئے حکومت کا امتحان ہو سکتا ہو۔

عفت وطہارت نفس ہر شخص کے لئے اس کی اخلاقی اور روحانی ترقیوں کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ مگر وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ ان کے لئے یہ **طہارت نفس** اور **عصمت** ایک لازمی چیز ہے۔ اس لئے کہ وہ دنیا کے لئے بطور ایک نمونہ اور ایڈیل کے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنے تعلقات کو خدائے قدوس سے **قربت** اور **محبت** کے رنگ میں ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے جب تک وہ **طہارت نفس** کے اعلےٰ مقام پر نہ ہوں۔ وہ اس کے اہل نہیں رہ سکتے۔ اور یہی سر ہے۔ کہ

انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا عقیدہ ضروری ہے

حضرت مسیح موعودؑ اپنی طہارت نفس پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عفت وطہارت کی شان بہت بلند ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اسے بطور تحدی کے پیش کیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں یہ الہام موجود ہے

ولقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون

یعنی ان مخالفین کو کہہ دو۔ کہ میں ایک عمر تک تم میں ہی رہا ہوں کیا تم کو عقل نہیں۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۲ ح)

یہ ایک الہام نہیں۔ متعدد الہامات ایسے ملیں گے جن میں آپ کی **طہارت نفس** اور پاکیزگی کو پیش کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس **تحدی** پر فخر اور خدا کا شکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں اس شکر ادا کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ جس طرح خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید میں اپنی وحی کے ذریعہ سے کفار کو ملزم کیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ میرا نبی اس اعلیٰ درجہ کا **چال چلن رکھتا ہے**۔ کہ تمہیں طاقت نہیں کہ اسکی گذشتہ چالیس برس کی زندگی میں کوئی عیب اور نقص نکال سکو۔

اسی طور سے خدا تعالیٰ نے میرے مخالفین اور مکذبین کو ملزم کیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۲ میں میری نسبت یہ الہام ہے۔

"ولقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون"

یعنی ان مخالفین کو کہدے کہ میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں۔ اور اس مدت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہے ہو کہ میرا کام افترا اور دروغ نہیں رہا۔ اور خدا نے ناپاکی کی زندگی سے **محفوظ** رکھا ہے"۔ (تریاق القلوب صفحہ ۶۸)

پھر **تذکرۃ الشہادتین** کے صفحہ ۶۲ پر فرماتے ہیں:۔

"کون تم میں ہے۔ جو میری سوانح زندگی میں نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے **تقویٰ** پر قائم رکھا"

پھر ایک عربی عبارت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"انی طہرت و بُرّئت وبوعدت من العصیان"

یعنی مجھے طہارت نفس کامل طور پر عطا کی گئی ہے۔ اور پاک حالت کے ساتھ میرے اندر تبدیلی پیدا کی گئی ہے۔ اور مجھے ہر طرح کی گناہ آلود زندگی سے دور رکھا ہے۔

آپ کے توکل علی اللہ کی ایک بات

حضرت مخدوم الملۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں حضور اقدس کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ خدا تعالیٰ پر توکل کی بات چل پڑی حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں۔ جیسے سخت حبس ہوتا ہے۔ اور گرمی کمال شدت کو پہنچ جاتی ہے۔ لوگ وثوق سے امید کرتے ہیں۔ کہ اب بارش ہوگی۔ ایسا ہی میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا تعالےٰ کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے۔ کہ اب یہ بھرے گی۔ اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر فرمایا۔ کہ

جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے جو ذوق اور سرور خدا تعالےٰ پر توکل کا اس وقت مجھے حاصل ہوتا ہے۔ میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا اور وہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو۔

آپ کے توکل علی اللہ اور خدا تعالیٰ کی خارق عادت قوتوں اور طاقتوں پر اتنا بڑا ایمان تھا۔ کہ آپ اتنا بھی گوارا نہ فرماتے تھے کہ دنیاداروں کے سامنے خواہ دینی تحریک کے لئے ہی کیوں نہ ہو کوئی آپ کا خادم بھی نرمی اور لجاجت کرے۔ آپ اسکو اپنے مولیٰ کی کسرشان سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میر عباس علی لودھانوی نے ایک دولت مند شخص کو براہین احمدیہ کی خریداری اور اعانت کی طرف توجہ دلائی۔ مگر اس نے بجائے کسی توجہ کرنے کے بعض ایسے کلمات کہے کہ جو اعتراض اور بدظنی کا رنگ رکھتے تھے۔ میر صاحب نے حضرت اقدس کو اس واقعہ سے اطلاع دی۔ آپ نے ان کو لکھا۔ کہ

"میں اس جگہ یہ بھی ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے جوش دل کے باعث ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہیں۔ کہ جو ظنون فاسدہ اپنے دل پر رکھتے ہیں اور غرور اور استکبار نفس سے مرے ہوئے ہیں یہ ہرگز نہیں چاہئے۔ اس کام کی خداوند کریم نے اپنے ہاتھ سے بنیاد ڈالی ہے۔ اور وہ ابھی اسباب کے تعلق ہو رہا ہے۔ کہ شوکت اور شان دین کی ظاہر کرے۔ اور اس بارہ میں اس کی طرف سے کھلی کھلی بشارتیں عطا ہو چکی ہیں۔ تو جس بات کو خدا انجام دینے والا ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ مومن کے لئے لازم ہے۔ کہ دنیا دار کے سامنے تذلل اختیار نہ کرے۔ اور اس کی شان باطل کو تحقیر کی نظر سے دیکھے۔ انسان دنیادار کے سامنے نرمی اور تواضع اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت خداوند کریم عزوجل کے نزدیک مشرک ٹھہرتا ہے۔

سمجھنا چاہئے کہ بجز قادر توانا کے کوئی کام کسی کے

اختیار میں نہیں۔ اور تمام آسمان و زمین اور تمام دل اس کے قبضہ میں ہیں۔ اور قدرت سخت درجہ پر متصرف ہے۔ اور اگر وہ کسی کام میں توقف کرتا ہے۔ تو اس لئے نہیں کہ وہ اس کے کرنے سے عاجز ہے۔ بلکہ اس توقف میں اسکی حکمتیں ہوتی ہیں۔ مخلوق سب ہیچ ہے۔ اور ادنیٰ ہے اور مردہ ہے۔ نہ اس سے کچھ نقصان متصور ہے اور نہ نفع۔ دنیاداروں سے مطلب براری کے لئے نرمی کرنا دنیاداروں کا کام ہے۔ اور یہ کام خالق السموات والارض کا ہے۔ مجھ کو یا آپ کو لازم نہیں۔ کہ ایک بدنصیب دنیادار سے ایسی لجاجت کریں کہ جس سے اپنے مولیٰ کی کسر شان لازم آوے۔ جو لوگ ذات کبریا کا دامن پکڑتے ہیں۔ وہ متکبروں کے دروازہ پر ہرگز نہیں جاتے۔ اور لجاجت سے بات نہیں کرتے۔ سو آپ اس طریق کو ترک کردیں۔ اگر کسی دنیادار مالدار کو کہنا ہو تو کلمہ مختصر کہیں۔ اور آزادی سے کہیں۔ اور صرف ایک بات پر کفایت کریں اور یار محمد کو روپے بھیجنے سے منع کردیں۔

(مکتوب مؤرخہ ۲۴ر اکتوبر سنہ ۸۳ء مطابق
ذوالحجہ سنہ ۱۳۰۰ھ)

یہ وہ زمانہ ہے۔ جب کہ براہین احمدیہ طبع ہو رہی ہے عسرت کا عہد ہے۔ اور ابھی جماعت اور سلسلہ کا نام و نشان نہیں۔ ایسے وقت میں آپ ایک مخلص سرگرم دوست کو ایک پرائیویٹ خط لکھ رہے ہیں۔ ایک ایسا خط جس کے متعلق آپ کو وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ یہ محفوظ رہے گا۔ یا کوئی اسے پڑھے گا۔ آپ ایسے موقعہ پر وقتی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بھی کہہ سکتے تھے۔ کہ دین کے راستہ میں کوشش کرنے والوں کو ہر قسم کی باتیں سننی پڑتی ہیں۔ مگر نہیں آپ نے غیرت دینی اور توکل علی اللہ اور احترام توحید کا وہ نمایاں پہلو دکھایا ہے۔ کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اگر ملتی ہے .... تو وہ آپ اور دنیا کے محسن اور مقتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زندگی میں ملتی ہے۔ آپ کی سیرۃ کا یہ پہلو اور بھی نمایاں ہوتا ہے۔ جبکہ واقعات اور حالات موجودہ کی روشنی میں اس مکتوب کو پڑھتے ہیں۔ روپیہ کی اس وقت بے حد ضرورت تھی۔ مطبع کے مطالبات آئے دن تنگ کرتے تھے۔ اور کتاب کی تکمیل اور اشاعت نہایت اہم اور ضروری تھی۔ مگر اس حالت عسر میں اور ان ایام خلوت میں آپ کی غیرت اور قوت کے ساتھ میر صاحب کو دنیاداروں کے دروازہ پر جانے اور لجاجت سے تحریک کرنے سے روکتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے وعدوں اور بشارتوں پر آپ کو کس قدر یقین تھا۔ اور کس ایمانی قوت سے آپ دنیا میں کھڑے ہوئے تھے۔ نیز یہ بھی صاف پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کے قلب مطہر پر توحید کا اس قدر غلبہ اور اثر تھا۔ کہ آپ کسی دنیادار سے خدا تعالیٰ کے کام کے لئے بھی لجاجت کرنا شرک کے مترادف اور ادب ربانی کے خلاف یقین کرتے تھے۔ یہ مقام جس قدر بلند اور اس کی شان جیسی نمایاں ہے۔ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کے لئے ان حالات میں آپ کے اس مکتوب کو پڑھو جن میں سے آپ مالی [illegible] سے آپ گزر رہے تھے۔ اگر ایک جماعت کثیر آپ کے ساتھ ہوتی۔ اور ہر طرف سے مالی خدمات کرنے والی جماعت آگے بڑھ رہی ہوتی اور آپ کسی کو ایسا کہتے تو اس کی صورت اور ہوتی۔ مگر نہیں۔ حالات اس کے مخالف ہیں۔ ضرورتیں ہیں تو بے حد ہیں۔ جماعت کا نام و نشان نہیں۔ دوستوں کی تعداد میں آپ انہیں ایام میں فرماتے ہیں۔ کہ ان کی تعداد تین چار سے زائد نہیں۔ پر ایسے حالات اور ماحول میں جو روح اس مکتوب میں بول رہی ہے۔ اس کی عظمت اور قوت کا اندازہ کرو۔ کہ وہ روح خدا کے جلال و جبروت کا مظہر ہو کر بول رہی ہے۔ دنیا کی تمام قوتیں اور شوکتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اور اپنے مولا کے ساتھ اس کا تعلق اتنا شدید اور قوی ہے۔ کہ وہ کسی انسان کے سامنے معمولی طور پر نرمی اور لجاجت کرنے کو بھی شرک یقین کرتی ہے۔ یہ مقام ہر شخص کو میسر نہیں آسکتا۔ بلکہ اسے ہی دیا جاتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے۔ اور پھر آپ ہی لطف و کرم سے فرماتا ہے:

"انت منی و انا منک۔ ھو منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی"

اور یہ خدا کا مرد ہاں اس کا پسندیدہ پہلوان حق رکھتا ہے۔ کہ ایک شان اور آن کے ساتھ کہے

آنکس کہ بتو رسد شاہاں راچہ کند

خدا پر بھروسہ کا آپ کا مقام

۱۲ر فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو بعد نماز مغرب فرمایا۔ کہ

ہم کو تو خدا پر اتنا بھروسہ ہے۔ کہ ہم تو اپنے لئے دعا بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ ہمارے حال کو خوب جانتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب کفار نے آگ میں ڈالا۔ تو فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ کہ "بلیٰ ولکن الیکم لا" ہاں حاجت تو ہے مگر تمہارے آگے پیش کرنے کی حاجت نہیں۔ فرشتوں نے کہا۔ کہ اچھا خدا تعالےٰ کے آگے ہی فریاد کرو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

"علمہ من حالی حسبی من سوالی"

کہ وہ میرے حال سے ایسا واقف ہے۔ کہ مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔

دین کیلئے زندگی وقف کرنے میں آپ کا مقام

خدمت دین کے لئے زندگی تو آپ کی وقف تھی ہی۔ لیکن جو مقام آپ کا تھا۔ اس کا کسی قدر اندازہ آپ کے ذیل کے کلام سے ہو جائیگا۔ آپ کی بہت بڑی خواہش تھی کہ لوگ خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ بلکہ آپ اس پر اظہار حیرت فرمایا کرتے۔ کہ کیوں مسلمان ایسا نہیں کرتے۔ ایک موقعہ پر آپ نے اخبارات میں پڑھا۔ کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کردی ہے۔ اس پر فرمایا۔ کہ

"مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں"

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا۔

"بات یہی ہے۔ کہ لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ اور اس لذت سے جو اس وقف کے بعد ملتی ہے۔ ناواقف محض ہیں۔ ورنہ اگر ایک شمہ بھی اس لذت اور سرور سے ان کو مل جاوے۔ تو بے انتہا تمناؤں کے ساتھ وہ اس میدان میں آئیں میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں۔ اور محض اللہ تعالےٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے پس میں چونکہ تجربہ کر چکا ہوں۔ اور اس وقف کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب نہیں ہے۔ بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا۔ تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ اپنی جماعت کو وصیت کر دوں۔ اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے۔ کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے۔ کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے۔ اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے۔ تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کر کے کہہ سکے۔ کہ میری زندگی۔ میری موت۔ میری قربانیاں۔ اور میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم کی طرح بول اٹھے۔ کہ اسلمت لرب العالمین جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا۔ خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی نہیں پا سکتا۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو۔ کہ تم میں سے کتنے ہیں۔ جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ اور خدا کے لئے زندگی کا وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں"

(۳۱ر اگست سنہ ۱۹۰۰ء)

خدا تعالیٰ کے لئے کام کرنے کا جوش

آپ بیکاری اور آرام کے دلدادہ نہ تھے۔ بلکہ ہر وقت کام میں مصروف رہنا ضروری سمجھتے تھے۔ اور اصل حقیقت یہ۔ کہ مصروف ہی رہتے تھے۔ آرام و راحت جو دنیا کی اصطلاحیں ہیں وہ آپ کی عملی لغت میں مفقود نظر آتی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہمہ در دور این عالم امان و عافیت خواہند
چہ افتاد این سر مارا کہ مے خواہد مصیبت را
منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

اعجاز المسیح کی تکمیل کے بعد کا ایک واقعہ

اعجاز المسیح پیر گولڑوی پر تحدی اور اتمام حجت کے لئے لکھی گئی۔ اور وہ خدا تعالےٰ کا ایک تازہ بتازہ

نشان ہر زمانہ میں قرآن کریم کے اعجاز کا ثبوت ہے۔ اعجاز المسیح کی تصنیف کے ایام میں بعض اوقات سخت حملے امراض کے ہوئے۔ مگر آپ نے ان خطرناک حملوں میں ہی اس اعجاز کو لکھ کر دکھایا۔ ۲۳ر فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو یہ کام ختم ہوا۔ اور ۲۴ر کو آپ نے فرمایا۔ کہ

تفسیر کا کام تو ختم ہو گیا۔ ہم چاہتے تھے۔ کہ دوسرے ضروری کاموں کے شروع کرنے سے پہلے دو تین دن آرام کر لیتے۔ مگر جی نہیں چاہتا کہ خالی بیٹھے رہیں۔

فرمایا:۔ مثنوی مولانا روم میں لکھا ہے۔ کہ ایک بیماری ہوتی ہے۔ کہ انسان چاہتا ہے۔ کہ کوئی اس کو ہر وقت مکّیاں مارتا رہے۔ ایسا ہی اہل اللہ کا حال ہوتا ہے کہ وہ آرام نہیں کر سکتے۔ کبھی خدا ان پر کوئی محنت نازل کرتا ہے۔ اور کبھی وہ آپ کوئی ایسا کام چھیڑ بیٹھتے ہیں جس سے ان پر محنت نازل ہو۔ نہایت درجہ برکت کی یہ بات ہے۔ کہ

انسان خدا کے واسطے کسی کام میں لگا رہے

جو دن بغیر کسی کام کے گزر جاوے وہ گویا غم میں گزرتا ہے۔ اس سے زیادہ دنیا میں کچھ حاصل نہیں۔ کہ انسان خدا کے لئے کام کرے۔ اور خدا اس کے واسطے راستہ کھولدے اور اسے مدد عطا فرماوے۔ مگر بغیر اخلاص کے تمام محنت بے فائدہ ہے۔ خالصۃً للہ کام کرنا چاہیئے۔ کوئی اور غرض درمیان نہ آئے۔

(۳ر مارچ سنہ ۱۹۰۱ء)

دعاؤں میں بھی دینی مصائب مقدم ہوتے تھے

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ دعا کے معاملہ میں مَیں نے دیکھا ہے۔ کہ ہمارے حضرت امام صادق کی عادت ہے۔ کہ اگر کوئی دینی مصیبت میں گرفتار ہو۔ تو آواز کان میں پڑتے ہی بے اختیار ہو جاتے ہیں۔ اور پوری رقت اور عقد ہمت اپنے اندر پاتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھو کہ اس انسان کامل کو دین سے ایسا ہی پیار ہے۔ کہ

ہمہ دین ہی دین ہے

غرض حضرت اقدس کی توجہ اشرف دینی امور کی طرف ایسی متوجہ پاتا ہوں۔ کہ دنیا اور اس کے امور ان کی پاک اور بلند نگاہ میں رسنہ کے تنکے سے زیادہ خسیس ہیں۔

میرے سامنے کی بات ہے۔ کہ ایک نوجوان نے آپ کے حضور میں دنیا کے مصائب کی کہانی شروع کی۔ اور طرح طرح کے ہم و غم بیان کئے۔ آپ نے بہت سمجھایا۔ کہ ہم و غم ان امور میں کھویا جانا خسارت آخرت کا موجب ہوتا ہے۔ اس قدر جزع فزع مومن کو نہیں چاہیئے۔ آخر وہ زور زور سے رونے لگا۔ حضرت اقدس باوجود جبلّی رحم و کرم اور نہایت ہی رقیق طبیعت ہونے کے ایسے خفا ہوئے کہ میں حیران ہو گیا۔ اسے کہا کہ بس کرو میں ایسے رونے کو جہنم کا موجب جانتا ہوں۔ میرے نزدیک جو آنسو دنیا کے ہم و غم میں گرائے جاتے ہیں۔ وہ آگ ہیں۔ جو بہانے والے ہی کو جلا دیتے ہیں۔ میرا دل سخت ہو جاتا ہے ایسے شخص کے حال کو دیکھ کر جو ایسی جیفہ کی تڑپ میں کڑھتا ہے۔

(خط نمبر ۴ مورخہ ۱۱ر اگست سنہ ۱۸۹۹ء)

یہ واقعات حضرت اقدس کی سیرۃ کے اس پہلو پر پوری روشنی ڈالتے ہیں کہ جو چیز آپ کی توجہ کو دعا کے لئے سب سے بڑی جاذب ہوتی تھی۔ وہ خدمت دین اور مصیبت دینی ہوتی تھی۔ اور جو چیز (باوجودیکہ آپ ازبس رقیق القلب واقع ہوئے تھے) آپ کے دل کو سخت کرتی اور صارف توجہ ہو جاتی وہ حبّ دنیا تھی۔ اور یہ آپ کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ ہر شخص جو آپ کی سیرت کے اس پہلو پر غور کرے گا۔ اسے معلوم ہو جائیگا کہ آپ کا مطمح نظر کیا ہے؟ اور آپ کس مقصد زندگی کو لے کر دنیا میں آئے ہیں۔ جب کہ آپ کے سوانح حیات کے پڑھنے والوں کو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ آپ ابتداءً کچھ عرصہ تک حضرت والد صاحب مرحوم کے ارشاد کی تعمیل میں اپنی زمینداری کے مقدمات کی پیروی میں کرہاً مصروف رہتے تھے۔ مگر باوجود اس کے بھی آپ ان ہموم و افکار میں غلطان پیچان نہ رہتے تھے۔ بلکہ بارہا فرماتے۔

"ان دنوں میں جبکہ دنیوی مقدمات کی وجہ سے والد صاحب اور بھائی صاحب طرح طرح کے ہموم و غموم میں مبتلا رہتے تھے وہ بسا اوقات میری حالت دیکھ کر رشک کھاتے اور فرماتے۔ کہ یہ بڑا ہی خوش نصیب آدمی ہے۔ اس کے نزدیک غم کوئی نہیں آتا۔"

دعا کا جوش بھی خادمانِ دین ہی کیلئے تھا

حضرت کو خدمتِ دین کا جس قدر جوش تھا اس کی نظیر تو مل ہی نہیں سکتی۔ جو چیز آپ کو محبوب تھی وہ ہی خدمتِ دین تھی۔ یہاں تک کہ آپ کو دعا کے لئے تحریک کرنے کے واسطے ہی جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی وہ خدمت دین ہی تھی۔ یوں آپ مسنون طریق پر سب کے لئے دعا کرتے تھے جو بھی درخواست کرتا۔ لیکن خاص دعاؤں کے لئے جو چیز سب سے زیادہ آپ کی توجہ اور عقد ہمت کو جذب کر سکتی تھی وہ خدمت دین تھی۔ میں اس کے لئے سب سے پہلی شہادت حضرت مخدوم الملۃ کی پیش کرتا ہوں۔ ۱۱ر اگست سنہ ۱۸۹۹ء کو ایک خط بذریعہ "الحکم" لکھا۔ اس میں تحریر فرمایا کہ۔

"میں نے ایک دن اس بارہ میں عرض کیا فرمایا سخت ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ کہ دعا کے مضمون پر پھر قلم اٹھایا جاوے۔ پہلے مضمون کافی نہیں ہوئے۔ فرمایا۔ دعا نہایت نازک امر ہے۔ اس کے لئے شرط ہے کہ مستدعی اور داعی میں ایسا رابطہ مستحکم ہو جائے۔ کہ اس کا درد اس کا درد ہو جائے۔ اور اس کی خوشی اس کی خوشی ہو جائے۔ جس طرح شیرخوار بچہ کا رونا ماں کو بے اختیار کر دیتا ہے۔ اور اس کی چھاتیوں میں دودھ اتر آتا ہے۔ ویسے ہی مستدعی کی حالت زار اور استغاثہ پر داعی سراسر رقت اور عقد ہمت بن جائے۔ فرمایا اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ سب امور خدا تعالیٰ کی موہبت ہیں اکتساب کو ان میں دخل نہیں۔ توجہ اور رقت بھی خدا کے ہاں سے نازل ہوتی ہے۔ جب خدا چاہتا ہے۔ کہ کسی کے لئے کامیابی کی راہ نکال دے مگر سلسلۂ اسباب اس کی طرف توجہ ہو جائے۔ فرمایا۔ کہ جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے۔ اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں۔ وہ ایک ہی بات ہے۔ کہ میں کسی شخص کو معلوم کروں۔ کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا کے لئے خدا کے رسول کے لئے خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہونچے۔ وہ درحقیقت مجھے پہونچتا ہے۔

فرمایا ہمارے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیت باندھ لیں۔ جس رنگ اور طرز کی خدمت جس سے بن پڑے۔ پھر فرمایا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت اسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو۔ ورنہ وہ کچھ پروا نہیں کرتا۔ کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جاویں۔"

میں ضروری ہوتا ہے۔ کہ داعی کو کوئی محرک شدید جنبش دے سکنے والا ہو۔ اسکی تدبیر یہ ہے۔ کہ مستدعی اپنی حالت ایسی بنائے۔ کہ اضطرار [illegible]

مجھے اس پر کسی حاشیہ اور تفسیر کی ضرورت نہیں۔ حضرت کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اور جو روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ خدمت دین کا جوش تھا۔

میرا اپنا ایک واقعہ

میں سچ سچ کہتا ہوں کسر نفسی کو اس میں دخل نہیں۔ بلکہ یہ حقیقت ہے۔ کہ میں نے خدمت دین کا وہ مقام نہیں پایا۔ جو حضرت مسیح موعود کا منشاء تھا۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے بھی موقع دیا۔ کہ سنہ ۱۹۰۵ء میں اخبار پایونیر الہ آباد نے سلسلہ کے خلاف ایک بڑا سخت مضمون لکھا۔ میں نے پایونیر کے اس مقالہ کا بہت مبسوط جواب الحکم کے کئی نمبروں میں لکھا۔ حضرت ہر نمبر کو نہایت جوش اور شوق سے سنتے تھے۔ آپ نے اس سلسلہ مضامین کو بہت پسند فرمایا۔ اور بہت تعریف کی میں نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر عرض کیا۔ کہ حضور میرے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ اور توفیق دے۔ فرمایا۔ میں تو دعا کرتا ہوں۔ یہ کام تمہارا ایسا ہے۔ کہ فرشتے بھی دعا کرتے ہیں۔"

میں اپنی خوش بختی اور سعادت پر ہمیشہ ناز کرونگا۔ کہ میرے محسن و آقا کو وہ خدمت پسند آئی۔ مگر جو روح اس اظہار مسرت میں کام کر رہی ہے وہ یہی ہے۔ کہ آپ خدمت دین ہی کو سب سے محبوب شئے سمجھتے تھے۔

ہر خادم دین کے لئے آپ کے دل میں ایک جوش اور سرور ہوتا تھا۔ ایسے لوگ ہیں۔ جو دنیاداروں کی نظر میں شاید وہ کسی احترام کے مستحق نہ سمجھے جاتے ہوں۔ مگر حضرت ان سے وہ محبت کرتے تھے۔ کہ امراء کو بھی رشک آتا تھا۔ منشی عبداللہ سنوری کا مقام اسی لئے بلند تھا۔ کہ وہ حضرت کے عشق میں گداز ہو کر خدمت دین کے لئے تیار رہتے تھے۔ ہمارے سیکھوانی بھائی مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز نہ تھے۔ مگر وہ سلسلہ کی ہر قسم کی خدمات میں اپنے وقت میں پیش پیش تھے۔

بابو قطب الدین صاحب کوٹلہ فقیر کے رہنے والے کو شاید آج کوئی جانتا بھی نہ ہو۔ مگر حضرت کی نظر میں وہ بہت پیارے تھے۔ اور اس کا سِرّ یہی تھا کہ وہ مخلص فی الدین تھے۔ حافظ حامد علی صاحب۔ حافظ معین الدین صاحب۔ حافظ غلام محی الدین صاحب رضی اللہ عنہم اجمعین

بہت سے ایسے لوگ گذرے ہیں۔ جو اپنی خدمتوں کے لحاظ سے ممتاز اور حضرت کے پیارے تھے۔ ورنہ دنیا کی عزتوں اور ذاتوں سے انہوں نے کوئی حصہ نہ پایا تھا۔ حضرت کے طرزِ عمل میں یہ بات عام طور پر نظر آتی ہے کہ غرباء کی جماعت سے آپ بہت محبت کرتے۔ ان کی دلداری فرماتے۔ بارہا فرماتے کہ

"یہ غریب لوگ بظاہر میلے کچیلے کپڑوں میں نظر آتے ہیں۔ مگر میں ان کو دیکھتا ہوں۔ کہ خدمتِ دین کے جوش سے ان کے دل لبریز ہیں"

سیّد فقیر محمدؐ خان صاحب کی روایات کا بقیہ حصہ

اُردو کی تعلیم کے لئے ارشاد

حضرت اقدس جب کبھی مسجد میں تشریف لاتے تو اپنے خدام سے باتیں فرمایا کرتے تھے۔ مجھے بھی کبھی کچھ عرض کرنے کا موقعہ ملتا۔ تو حضور مجھے فرماتے کہ اُردو سیکھو۔ اور کبھی فرماتے۔ کہ مشین کے کام کے ساتھ آپ علم بھی سیکھیں۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کے ماتحت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سے میں نے اُردو سیکھنا بھی شروع کیا تھا۔

مولوی عبدالکریم صاحب سے تعلق رکھنے والا ایک واقعہ

میں مولوی صاحب کی وفات کے وقت یہاں نہ تھا۔ ایک دفعہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مولوی صاحب قرآن کریم کے عاشق تھے۔ چلو ان کی قبر پر قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھو۔ میں گیا اور کوشش کی۔ کہ ان کی طرز میں قرآن شریف پڑھوں دوسرے دن پھر ایسا ہی کیا۔ دوسری رات کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں میرزا سلطان احمد صاحب کے کمرے میں بیٹھا ہوں۔ اسی طرف مولوی صاحب آ رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ مبارک مبارک۔ میں اس خواب سے حیران ہوا۔ دوسرے دن صبح کو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے مجھے کپڑا سینے کی مشین مفت دے دی۔

حضرت اقدس کا سجدہ میں کچھ پڑھنا

اِک دفعہ مسجد مبارک میں حضور نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سجدے میں تشریف لے گئے۔ تو میں نے جھک کر حضور کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ حضور کچھ پڑھ رہے تھے۔ جس سے حضور کی ڈاڑھی مبارک بھی ہل رہی تھی۔

ایک شخص کا ذکر

ایک شخص جس کی ڈاڑھی سفید تھی اور پہلی صف میں بیٹھا تھا۔ وہ ہر روز حضور کو اپنی لمبی لمبی خوابیں سُناتا۔ حضور اس کی خوابیں سنتے۔ اور کبھی رنج اور ملال ظاہر نہ فرماتے۔

حضور کی سادگی کا واقعہ

ایک دفعہ کچھ مہمان آئے۔ وہ بطور تحفہ کچھ انگور بھی لائے۔ میں ایک رقعہ لیکر حضور کی خدمت میں گیا۔ اس وقت حضور نے کوٹ اتارا ہوا تھا۔ اور ایک واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اور انگوروں کی تھالی اٹھائی ہوئی تھی۔ جس سے ہاتھ رُکے ہوئے تھے۔ میں نے آواز دی۔ تو حضور اسی حالت میں میری طرف تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور رقعہ پیش کرنا تھا۔ فرمایا۔ (ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) یہاں رکھ دو۔ چنانچہ میں نے رکھ دیا۔ حضور فرمایا کرتے تھے۔ کہ احمدی کو چاہیئے کہ اپنی پہلی حالت کو بالکل بدل دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ شان تھی۔ کہ میں نے پندرہ سولہ مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی شکل پر دیکھا۔

آپ پر ایمان لانے کی برکت میں مَیں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ میں چوتھے آسمان پر گیا ہوں۔ ایک آدمی کہتا ہے۔ کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں نے وہاں حضرت مسیح کو دیکھا۔ تو انکو دبایا۔ انکے ہاتھ اور پاؤں میں میخ کا نشان تھا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا یہ یہود کی سولی کے نشان ہیں۔ تو فرمایا۔ ہاں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بخیریت نوابشاہ سندھ پہنچ گئے

دورانِ سفر میں مختلف سٹیشنوں پر احمدی احباب کیطرف سے مخلصانہ استقبال

نوابشاہ۔ ۳؍فروری۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ معہ خدام یکم فروری کو ساڑھے نو بجے رات لاہور سے اللہ اکبر کے نعروں کے درمیان روانہ ہوئے۔ لاہور چھاؤنی۔ رائے ونڈ۔ کوٹ رادھاکشن۔ پتوکی کے سٹیشنوں پر مقامی جماعتوں نے حضور کا استقبال کیا۔ باوجود اس کے کہ نصف شب کے بعد گاڑی منٹگمری پہنچی۔ مقامی جماعت بہت بڑی تعداد میں حضور کی ملاقات کے لئے موجود تھی۔ گاڑی علی الصبح ملتان پہنچی۔ وہاں بھی سٹیشن پر مقامی جماعت کے تمام احباب حاضر تھے۔ بہت سے غیر احمدی معززین بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جن کا امیر جماعت احمدیہ ملتان نے حضرت امیرالمومنین سے تعارف کرایا بہت سے جماعت ملتان کے احباب گاڑی میں سماسٹہ تک گئے۔ لودھراں کے سٹیشن پر احباب کی طرف سے ناشتہ کا انتظام تھا۔ وہاں بھی مقامی اور گردونواح کے احمدی مرد اور عورتیں کثیر تعداد میں جمع تھیں۔

چھوٹی عمر کے بچوں نے مناسب موقعہ نظمیں پڑھیں چک شجاع آباد۔ گلاں والا۔ بہاولپور۔ سماسٹہ۔ ڈیرہ نواب اور خان پور کے احباب بھی اپنے اپنے سٹیشنوں پر حضور کی زیارت کے لئے جمع تھے۔ خانپور کے احمدی احباب کے ساتھ بہت سے غیر احمدی اصحاب بھی حضور کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ڈیرہ نوابشاہ سٹیشن پر مولوی غلام احمد صاحب اختر نے ایک نہایت اعلیٰ فارسی نظم پڑھی۔ ہر سٹیشن پر احباب نے انتہائی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا۔ اور حضور کی خدمت میں مٹھائی وغیرہ پیش کی۔ گاڑی ۲ فروری ساڑھے پانچ بجے بعد دوپہر روہڑی پہنچی۔ جہاں گردونواح کے احمدی بکثرت جمع تھے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں کھانے کی چیزیں پیش کیں۔ محراب پور ایک خاتون نے بیعت کی۔ خان صاحب شیخ نعمت اللہ صاحب برج انسپکٹر نے اجازت حاصل کر کے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ جو حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ گیارہ بجے رات حضور مع خدام نوابشاہ پہنچے۔ جہاں نواب محمد عبداللہ خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ اور گردونواح کے علاقہ کے احباب نے حضور کا استقبال کیا۔ حضور چار فروری تک یہاں قیام فرما رہیں گے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضور کی صحت اچھی ہے۔ الحمد للہ۔ (الفضل)

لاہور سٹیشن پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی تشریف آوری

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ یکم فروری کو بسلسلہ سفر سندھ لاہور تشریف لائے مغلپورہ اور دوسرے سٹیشنوں پر احباب حضور کی ملاقات اور زیارت کے لئے پہنچے ہوئے تھے لاہور سٹیشن پر جماعت احمدیہ کے بہت بڑے مجمع نے حضور کا پر جوش استقبال کیا۔ اور جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ اور حضور کے خدام کو کھانا کھلایا۔

(الفضل)

قابل افسوس معذرت

گذشتہ نمبر میں سیرۃ المہدی کی ایک روائت کی تصحیح کرتے ہوئے یہ لکھا گیا تھا کہ میر عباس علی صاحب پٹیالہ کے وزیر اعظم نہیں تھے۔ بلکہ مرحوم خلیفہ محمد حسن صاحب تھے۔ اور میر عباس علی صاحب لودہانہ کے رہنے والے تھے۔ اور غالباً حضرت میر عنایت علی صاحب نبلہ کے خسر تھے۔ مگر غلطی سے اخبار میں یہ چھپ گیا کہ میر عباس علی صاحب میر عباس علی صاحب کے خسر تھے میں اس دن سفر پر تھا۔ اور پروف دیکھنے والے صاحب بھی نئے آدمی تھے۔ اس لئے یہ افسوس ناک غلطی ہوئی۔ بلکہ اس نمبر میں متعدد غلطیاں رہ گئیں۔ جو پروف ریڈر کی ناواقفی اور غلطی کا نتیجہ تھیں۔ میں احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ اس معاملہ میں زیادہ احتیاط کو اختیار کیا جائیگا۔

(محمود احمد عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ

حضرت شیخ نور احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ

نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کہ شیخ نور احمد صاحب جن کی روایات پہلے اور دوسرے نمبر میں ہم نے شائع کی ہیں۔ وہ الحکم کے تیسرے نمبر کی اشاعت کے ساتھ ہی اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ ۲۹ جنوری کو بوقت صبح بمرض نمونیہ چند روز بیمار رہ کر اس جہان فانی سے دار البقاء کو سدھار گئے حضرت امیر المومنین پھیرو چیچی کی طرف تشریف لے جانے کے لئے موٹر پر سوار ہونے لگے تھے کہ کسی نے ذکر کر دیا۔ اسی وقت حضور نے سفر ملتوی کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب جنازہ پڑھ کر جاؤں گا چنانچہ حضور نے اپنے قدیم خادم کا خود جنازہ پڑھایا۔ لمبی دعا فرمائی۔ اور جنازے کو کندھا دیا اور بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کر کے پھر سفر پر تشریف لے گئے۔ اس سے اس عزت کا پتہ چلتا ہے۔ جو شیخ صاحب کی حضرت امیر المومنین کے دل میں تھی۔

شیخ صاحب کے حالات تو ممکن ہے۔ کہ ان کے بچوں میں سے کوئی سپرد قلم کرے۔ مگر میں ان روایات کی بنا پر جو الحکم میں شائع ہوئی ہیں مختصر طور پر شیخصاحب موصوف کے حالات شائع کر رہا ہوں۔ تا اس حدیث نبوی پر عمل ہو سکے

اذکرو موتاکم بالخیر

شیخ نور احمد صاحب موضع کھارا متصل قادیان کے ایک معزز ککے زئی خاندان کے رکن تھے۔ شیخ صاحب کے بزرگوں کے تعلقات قادیان کے شاہی خاندان سے خادمانہ اور مخلصانہ رنگ میں عرصہ دراز سے چلے آتے تھے۔ ان کے بزرگوں نے اپنے اپنے رنگ میں خاندان حضرت مسیح موعود کی اچھی خدمات کیں۔ چنانچہ انہی خدمات میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ جب سکھوں کا زور شور نواح قادیان میں ہو گیا۔ اور جگہ جگہ قلعے بن گئے۔ اس وقت خاندان مغلیہ زوال پر تھا۔ اور ان کے نوکروں میں وفاداری کا جذبہ کم ہو گیا تھا۔ اس زمانہ میں کھارے کے قلعے کے مقابلے میں جو مغلوں کا قلعہ تھا۔ رام گڑھی سکھوں نے ٹھیکریوالہ میں ایک قلعہ قائم کر لیا ہوا تھا اور وہ اس وقت کی تلاش میں رہتے تھے۔ کہ جب ان کو موقع ملے تو وہ کھارے کے قلعے کو فتح کر لیں۔ ایسے موقعے پر شیخصاحب کے دادا صاحب کو جو وہاں کے ایک با اثر آدمی ہی نہ تھے۔ بلکہ وہاں کے منتظم اور مختار بھی تھے۔ ان کا سکھوں سے مل جانا بہت آسان تھا مگر انہوں نے اس قسم کی غداری کو کبھی پسند نہ کیا بلکہ ایک موقعے پر جبکہ قلعہ سپاہ سے خالی تھا۔ کسی شریر آدمی نے سکھ قلعہ دار کو ٹھیکریوالہ میں جا کر اطلاع دی کہ اگر تم اس وقت اپنی فوج لے جاؤ تو تم قلعہ فتح کر سکتے ہو۔ چنانچہ سکھ بیخبری میں آئے اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ شیخ بوڑیخاں صاحب کو جب پتہ لگا تو اسی وقت قادیان آئے اور حضرت مرزا گل محمد صاحب کو اطلاع دی۔ جو فوراً گھوڑے پر چڑھ کر گئے اور مقابلہ کر کے سکھوں کو قلعہ سے نکال آئے۔

پس ایسے وقت میں جبکہ دشمن قلعہ لے چکا تھا۔ اس وقت بھی بوڑیخاں صاحب کا عہد وفا پر کھڑے رہنا اپنے اندر ایک بہت بڑی خوبی رکھتا تھا۔ اور یہی خوبی شیخ نور احمد صاحب کے کیریکٹر میں مجھے نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

شیخصاحب کی ابتدائی تعلیم قادیان کے ڈی بی پرائمری سکول میں ہوئی۔ جہاں وہ ۱۸۷۴ء میں داخل ہوئے۔ عام اردو ورنیکلر تعلیم کے علاوہ فارسی تعلیم بھی آپ نے حاصل کی تھی۔ ۱۸۸۴ء میں بالکل تعلیم سے فارغ ہو گئے۔

یہ زمانہ ایسا تھا۔ جبکہ خاندان مسیح موعود علیہ السلام کا ارد گرد کے علاقے پر سیاسی اور مالکانہ رنگ میں اثر تھا۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب زندہ تھے۔ اور وہ اس سارے علاقے میں بہت بڑے با اثر انسان تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت گوشہ گمنامی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے شیخصاحب اور کھارے کے بعض دیگر طالب علم مدرسہ سے فارغ ہو کر بڑے مرزا صاحب کے سلام کے لئے حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ تاکہ خاندانی تعلقات بدستور وابستہ رہیں۔ اور وہ بھی اس زمانہ کے حالات کے مطابق ان بچوں سے مہربانی کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضری

شیخصاحب کا بیان ہے۔ کہ غالباً ۱۸۵۹ء تھا جبکہ وہ میاں شمس الدین صاحب سے بوستاں پڑھتے تھے اور میاں شمس الدین صاحب ان دنوں حضور کے پاس بطور منشی (کاتب) کے کام کرتے تھے۔ منشی شمس الدین صاحب کی وجہ سے کبھی کبھی حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری بھی ہو جایا کرتی تھی۔ اور حضور تصنیف براہین احمدیہ کے کام میں مصروف تھے۔

اس زمانہ میں حضور کا کوئی دعویٰ نہ تھا۔ اور شیخصاحب کو بھی اس امر کا وہم نہ تھا۔ کہ یہی وہ انسان ہے۔ کہ جس کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونے میں نجات ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے انکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خواب میں بطور ایک راعی کے دکھایا۔ ممکن تھا کہ یہ خواب ایک عام خواب کی طرح ان کے دل سے محو ہو جاتا۔ لیکن خدا کے رازوں کو کون جانے۔ شیخ حامد علی صاحب جو حضرت اقدس کے عہد قدیم یعنی زمانہ قبل از نبوت کے خادم تھے۔ ایک روز اپنی بیماری کے لئے عنبت الحدید کی تلاش میں کھارے میں آ نکلے۔ شیخ نور احمد صاحب نے ان سے اپنی یہ خواب اور بعض اور خوابیں بیان کیں۔ حضرت حافظ حامد علی صاحب شیخ صاحب کو اسی وقت قادیان میں لے آئے۔ اور حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور اس وقت ٹہل رہے تھے۔ حافظ صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور یہ لڑکا کھارے کا ہے۔ اس نے اپنے بعض خواب مجھے سنائے ہیں۔ میں اسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ آپ اس کی خوابیں سن لیں۔

حضور کی شفقت کے قربان جاؤں۔ نہ اپنے خادم کی درخواست کو رد کیا۔ اور نہ یہ جان کر کہ یہ ایک لڑکا ہے۔ اسکی کیا خواب سننی ہے انکار کیا اسی وقت شیخصاحب کو اپنے ساتھ لے لیا۔ اور بدستور ٹہلتے ہوئے خوابیں سن لیں۔ آپ کے حسن سلوک نے اور آپ کے لطف و کرم نے اس ایک دیہاتی لڑکے کے دل میں وہ روح پیدا کر دی کہ وہ ایک ہی دن میں مانوس ہو گیا۔ اور روزانہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔

والد کی ناخفگی دور کرنے کا علاج

شیخ صاحب کو حضور کبھی کبھی کوئی کام بھی کہہ دیتے۔ جیسے کہ انہوں نے بیان کیا ہے۔ کہ مجھے ایک دفعہ ایک روپیہ کا گھی لانے کے لئے کہا۔ شیخصاحب اس قسم کی شفقتوں کو دیکھ کر بے تکلف اپنے معروضات پیش کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے ذکر کیا۔ کہ حضور میرے والد صاحب مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ ان کی خوب خدمت کرو اور ان کو خوب خوش رکھو۔ ان کے سامنے اُف تک نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ صاحب کو ایک زمانہ حضور کی صحبت میں رہنے کا ملا۔ اور جب کبھی وہ کوئی نقص محسوس کرتے تو اس کا علاج بھی حضرت سے دریافت کیا کرتے۔

شیخصاحب اپنی ابتدائی زندگی میں مختلف قسم کے کام کرتے رہے۔ مگر عام طور پر تجارتی کاموں میں حصہ لیتے رہے ۹۶-۹۷ء میں قادیان کے بازار میں پرچون کی دوکان نکالی۔ اس دوکان کے متعلق شیخ صاحب کو یہ شرف حاصل ہوا۔ کہ ایک دفعہ جبکہ حضور سیر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ دو تین منٹ کے لئے وہاں ٹھہر گئے۔ اور حضور نے

ان کو کھی کے لئے آرڈر بھی دیا۔ جہاں . . . . . . حضور کی زندگی کی بعض باتیں اس واقعہ سے ثابت ہوتی ہیں۔ وہاں شیخصاحب کی خوش بختی کا بھی اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔

شیخ صاحب کی بیعت

شیخ صاحب کی بیعت سنہ ۱۸۹۰ یا ۹۱ء کی ہے انہوں نے خود بیان کیا۔ کہ سرما کا موسم تھا۔ شیخصاحب اپنی والدہ سے چونی لیکر قادیان آئے اس کی مصری خریدی۔ اور خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ یہ ناچیز تحفہ پیش کرکے بیعت کی درخواست حضرت حافظ حامد علی صاحب کے ذریعے کر دی۔ حضور اس وقت گول کمرے کے پیچھے کے کمرے میں تھے۔ حضور نے اسی وقت بیعت منظور فرمالی۔ اور اس مصری کو چائے میں ڈال کر خود بھی نوش فرمائی۔ اور دوستوں کو بھی پلائی

شیخصاحب کا جذبۂ وفاداری

شیخ صاحب میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ تھی۔ کہ وہ خاندان مسیح موعود علیہ السلام سے ایک عشق رکھتے تھے۔ اور ان کے کام نہایت اخلاص اور وفاداری سے کرتے تھے۔ تقریباً پندرہ بیس . . . سال تک وہ حضرت امیر المومنین کے خاندان کی اراضیات کے مختار عام رہے۔ اسی سلسلہ میں ان کو بیسیوں مقدمات میں کام کرنا پڑا۔ وہ دن رات ان اراضیات کی اصلاح اور ان کے حصول کے لئے کام کرتے رہے۔ اور کبھی کسی دشمن سے ان مقدمات کے سلسلہ میں ایک پائی کا لالچ نہیں رکھا۔ یہ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ اپنے ذاتی مفاد کو حاصل کرکے خاندان نبوت کے مفاد کو قربان کر دیتے۔ مگر انہوں نے کبھی اس قسم کے ذلیل خیال کی طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ وہ اخلاص کے ایک بلند مقام پر کھڑے رہے اس سلسلہ میں ان کی بعض خدمات بہت شاندار ہیں۔ اور بعض اوقات اس عہد وفا پر کھڑے ہونے کی وجہ سے دشمنوں سے ماریں بھی کھائیں۔

ان آخری ایام میں جبکہ وہ بوجہ بڑھاپے کے کام نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت اقدس نے انکے آرام کے خیال سے ان کو اس شدید کام سے باعزت طور پر سبکدوش فرما دیا۔ ان کی آنکھیں موتیابند اترنے کی وجہ سے بند ہو رہی تھیں۔ جو بعد میں بنوائی گئیں تھیں۔ مگر جن دنوں میں نظر تقریباً بند ہو گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ کسی نہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر نکل آتے۔ چونکہ یہ دن احرار کے گندے ایجی ٹیشن کے تھے۔ اس لئے باقاعدہ نیشنل لیگ کے اجلاسوں میں آتے۔ اور جب کوئی بات سلسلہ کے خلاف سنتے۔ تو سخت غصے اور جوش میں آجاتے۔

سلسلہ کے لئے غیرت

سلسلہ اور خاندان مسیح موعودؑ کے لئے ان کو اس قدر غیرت تھی کہ وہ کسی بڑے سے بڑے آدمی کا بھی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ اور سلسلہ کے دشمنوں کو خواہ ان کی کس قدر جمعیت ہو۔ وہ حقیر خیال کرتے تھے۔ احرار کے مقابلہ پر انہوں نے بارہا اپنی ہر قسم کی قربانی کو پیش کیا۔ اور وہ اس راہ میں مر جانے یا جیل چلے جانے کو باعث نجات خیال کرتے تھے۔

مسٹر کھوسلہ کا فیصلہ اور شیخ نور احمد صاحب

مسٹر کھوسلہ نے جو دل آزار فیصلہ لکھا۔ اور جماعت احمدیہ کے دلوں کو مجروح کیا۔ اس فیصلے کے خلاف شیخصاحب کے دل میں اس قدر جوش تھا۔ کہ اگر ان کے بس میں ہوتا۔ یعنی ان کو حضرت امام کی ناراضگی کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو وہ ہر جگہ اس فیصلہ کی دھجیاں اڑاتے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ نیشنل لیگ اس فیصلے کے خلاف کوئی سکیم جاری کرنے کا خیال رکھتی ہے۔ تو وہ میرے پاس آئے اور مجھے کہا۔ کہ شیخصاحب! میری جائیداد میں سے صرف ایک دوکان ایسی ہے۔ کہ جس پر کسی قسم کا بار نہیں۔ میں یہ دوکان نیشنل لیگ کو دیتا ہوں۔ خواہ آپ اسے فروخت کر دیں یا نیلام کر دیں۔ مجھے اعتراض نہیں۔ مگر اس دوکان کا روپیہ مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کے خلاف جو کارروائی کی جائے اس میں صرف کریں۔ اور مجھے کہا۔ کہ اگر میرا کوئی مکان یا جائیداد بڑی سے بڑی قیمت کی ہوتی جس پر سوئی بار نہ ہوتا۔ تو آج آپ کے حوالے کر دیتا۔ اس سے احباب اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ کس قدر غیرت اور جوش ان کو سلسلہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے لئے تھا۔

بے لاگ بات کہدینا

ان کی خوبیوں میں سے ایک یہ بات بھی تھی۔ کہ وہ حق بات کہنے میں کسی شخصیت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور اس غرض کے لئے کبھی کسی شخص سے دبتے نہیں تھے۔ دشمنوں کی مجلس میں کھڑے ہو کر بغیر کسی گھبراہٹ کے سچی بات کہہ دینی ان کے لئے بہت آسان تھی۔

عام طور پر طبیعت کا رنگ ظریفانہ واقع ہوا تھا۔ اور ہر شخص سے میل جول رکھتے تھے۔ نہایت محنتی اور جفاکش تھے۔ سخت سے سخت سردی اور سخت سے سخت گرمی میں چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ بارعب اور بااثر آدمی تھے۔ حکام کے سامنے بات کرنے میں کبھی گھبراتے نہیں تھے۔

آخری ایام میں نظر بند ہو گئی تھی۔ مگر پھر امرتسر جاکر ایک آنکھ بنوائی۔ دانت بھی نئے لگوائے تھے اور وہ اس بات پر بہت خوش تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو دوبارہ بینائی دیدی۔

میں نے اکثر ان سے سنا۔ کہ وہ اپنے متعلق یہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں بہت گنہگار ہوں مگر جو ہونا ہے۔ اللہ کے فضل سے ہی ہونا ہے۔

ان کو خدا کے فضل پر بڑا بھروسہ تھا۔ اسی فضل نے ان کا انجام بخیر کر دیا۔ ان کی اولاد نرینہ میں سے دو لڑکے ہیں۔ بڑے شیخ فضل قادر صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام میں ملازم ہیں۔ اور ان سے چھوٹے شیخ فیض قادر صاحب دی سٹار ہوزری ورکس کے جنرل منیجر ہیں۔ دونوں نیک اور شریف نوجوان ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو اور ان کے خاندان کے تمام دیگر افراد کو صبر کی توفیق دے۔ اور شیخ صاحب کو جنت کا وارث بنائے۔ (آمین)

شیخ صاحب چونکہ پرانے صحابی تھے۔ اس لئے ہم پسند کرتے ہیں کہ چند سطور ان کے رسم الخط کی بھی شائع کر دیں۔ تاکہ آنیوالی نسلوں کے لئے بطور یادگار رہیں۔

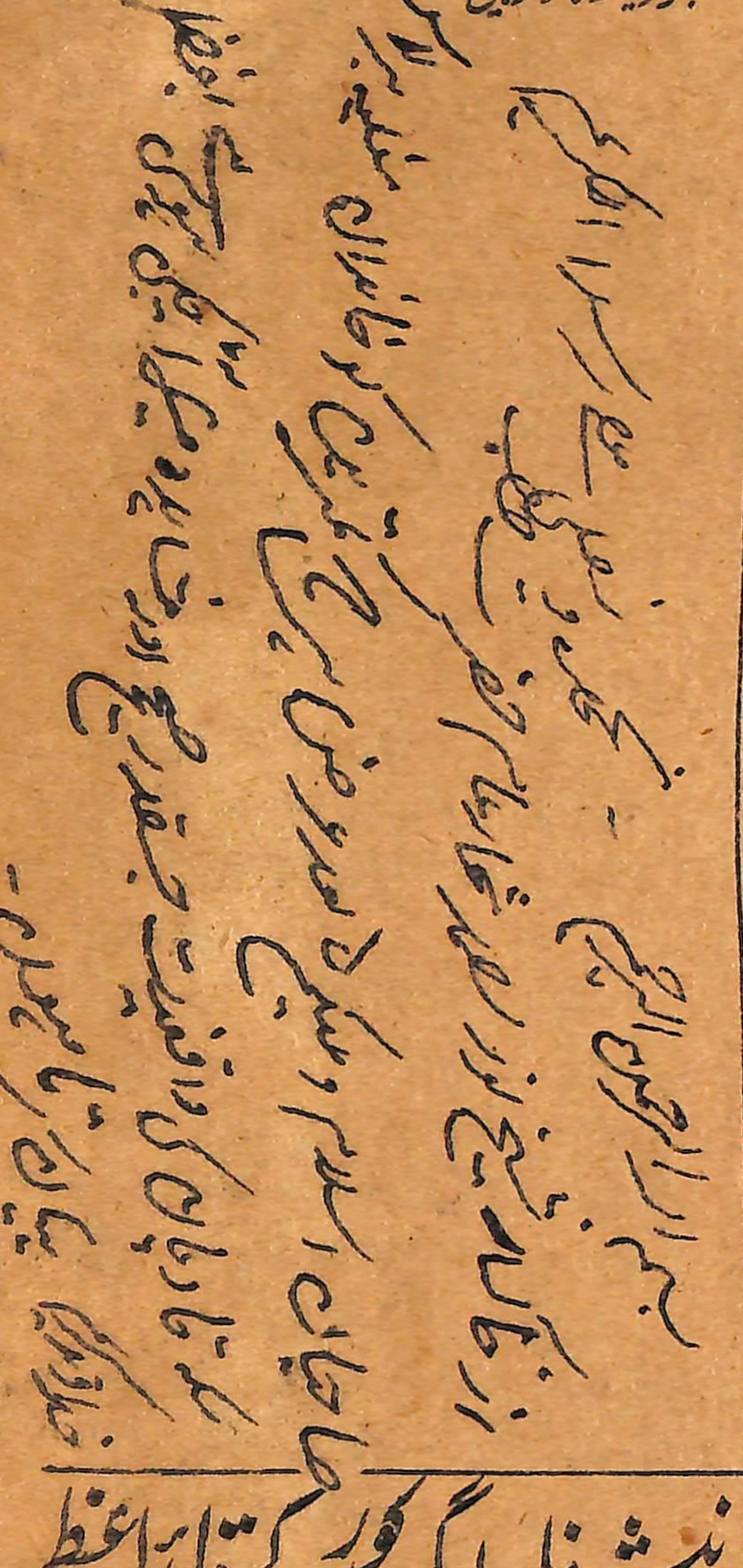

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از خاکسار شیخ نور احمد مختار عام حضرت صاحب

صاحبان السلام علیکم بعد عرض ہے کہ تقریباً کل خاندان مغلیہ برلاس

بلکہ قادیان کی واقفیت جسقدر صحیح اور زیادہ میری ہے آپکی کسی سے افضل

خدا و کریم بیان کرتا ہوں۔

نیشنل لیگ کور کے قائد اعظم داتا زیدکا میں

۲۴ر جنوری بروز جمعہ کو چوہدری اسد اللہ خاں صاحب قائد اعظم کور کے معائنہ کے لئے داتا زیدکا میں تشریف لائے۔ آپ نے دو دن ۲۴ و ۲۵ جنوری کو پریڈ دیکھی۔ نیز کور کے والنٹیرز نے جناب چوہدری صاحب موصوف کے اعزاز میں شاندار ٹی پارٹی دی پارٹی کے بعد زیر صدارت چوہدری محمد شریف احمد صاحب کور آفیسر داتا زیدکا جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد پریذیڈنٹ نیشنل لیگ کور نصر اللہ خانصاحب داتا زیدکا نے ایڈریس پیش کیا۔ جناب چوہدری صاحب نے ایڈریس کے جواب میں نہایت قیمتی نصائح کور کے متعلق بیان فرمائیں۔ پھر دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

تمام ناظرین اخبار سے کور کے متعلق درخواست دعا کی جاتی ہے۔ والسلام

خاکسار نصر اللہ خاں سکرٹری نیشنل لیگ کور داتا زیدکا۔ ضلع سیالکوٹ

خود کنی و خود کنانی کار را
خود تو رونق دہی آں بازار را

(از قلم صوفی فضل الٰہی صاحب احمدی بمبئی والے)

گزشتہ سے پیوستہ

خدا تعالےٰ کے تصرف قدیمی اور ابدی کی وجہ سے خاکسار کو ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں میں جانے کا اتفاق پڑا۔ اور یہ اس لئے بھی کہ خدا تعالےٰ کے فرستادہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو یہ فرمایا تھا "ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء" تاکہ اس فرمان خداوندی کی شہادت خاکسار کی حرکات سے بھی ظاہر ہو۔ جن قصبوں اور شہروں میں جانے کا اتفاق پڑا۔ ان میں سے سب سے پہلے بمبئی کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس لئے بھی کہ اس وقت تک خاکسار کی عمر کا زیادہ حصہ بمبئی میں گزرا ہے۔

بمبئی ہندوستان کا بہت بڑا شہر اور بندرگاہ ہے۔ ہر قوم و ملک اور ہر مذہب کے لوگ یہاں بستے ہیں۔ بمبئی کے رہنے والوں کی گزران زیادہ تر تجارت اور مزدوری پر ہے۔ تجارت کرنیوالے لوگ سرمایہ دار ہیں۔ سرمایہ داری اس حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ کہ بعض سرمایہ داروں کے رہائشی مکانوں میں آرائش کا سامان تین تین چار چار لاکھ روپیہ تک کا دیکھا گیا ہے۔ یہ سب سامان دلی تسلی اور تسکین کی خاطر جمع کیا گیا ہے لیکن ان سرمایہ داروں کی میل و ملاقات سے ضرور ضرور اس نتیجہ پر پونچنا پڑا۔ کہ دنیا اور اس کے سامان اگر کسی طرح مل بھی جائیں۔ تو حقیقی تسلی اور تسکین قلب دنیا کی دولت اور اس کے اسباب میں ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔ روحی فداہٗ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا اچھا سنایا ؎

اس جائے پرُ عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں

بمبئی میں مختلف اقوام کے سرمایہ داروں کی میل و ملاقات سے ایک مذہبی انسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول مبارک۔ کہ سرمایہ دار کا خدا تعالیٰ کی سلطنت میں داخل ہونا ایسا مشکل ہے۔ جیسا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گذر جانا کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ سرمایہ داروں میں اپنے اپنے مذہب کا احترام و احساس صرف اور صرف ظاہر داری ہے۔ اور بس۔ خدا تعالےٰ کے فضل و رحم سے خاکسار تو تقریباً سات آٹھ سال بمبئی میں احمدیت کے متعلق بعض کتابیں اور مختلف رسالہ جات اور اشتہار قیمت سے اور بغیر قیمت کے تقسیم کرنے کا موقعہ اور وقت ملا۔ جن کتب کو خاکسار نے بمبئی کے ہر سرمایہ دار کے گھر تک پہونچایا۔ ان کتب میں زیادہ تر سلسلہ احمدیہ کے مخلص بزرگ سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آبادی مدظلہ العالی کی گجراتی زبان کی تصانیف اسلام کا روحانی خزانہ۔ اور مہا پیغامبر کا مبارک فرمان۔ قابل ذکر ہیں۔ سیٹھ صاحب نے ان کتابوں کو اپنی قوم میں تبلیغ احمدیت کی خاطر تصنیف فرمایا خدا تعالیٰ سے درد بھری درخواست ہے۔ کہ ان کی زندگی میں ہی خدا تعالیٰ ان کی قوم پر وہ وقت لائے۔ کہ وہ احمدیت کی صداقت کو قبول کرے۔ (آمین)

اور خدا تعالیٰ سے پھر یہ بھی درخواست ہے کہ خاکسار کو بھی دعا کی قبولیت کا زمانہ تدبیر اور رحم سے دکھا دے۔ وہ تو قادر اور الرحم الراحمین ہے۔ خاکسار کو احمدیت کی صداقت کے متعلق کتابوں اور رسالہ جات تقسیم کرنے کے زمانہ میں مختلف طبائع کے انسانوں سے واسطہ پڑا۔ بعض طبائع کو دیکھنے پر خدا تعالیٰ کے قول

"کونوا قردۃً خاسئین"

کو ہر آن جاری اور ساری پایا۔ کئی انسان مجھ سے کتابیں قیمتاً لیتے۔ پھر جب کبھی ملتے۔ تو کہتے۔ کہ ہم نے آپ کی کتابوں کو پڑھا نہیں۔ بلکہ سمندر میں ڈال دیا ہے۔ اور کئی ایسے ملتے۔ کہ وہ کہتے کہ ہم نے آپ کی کتابوں کو جلا ڈالا اور کئی ایسے ملتے۔ کہ گالی گلوچ بکتے اور ڈراتے۔ کہ تم کتابیں مت تقسیم کرو۔ خاکسار ایسے لوگوں کو جو ڈراتے اور کتابیں تقسیم کرنے سے منع کرتے ان کو یہ سنا دیتا ؎

حرف وفا نہ چھوڑوں اس عہد کو نہ توڑوں
اس دلبر ازل نے مجھ سے کہا یہی ہے

اور پھر کئی ایسے لوگ ملتے۔ کہ جب وہ مجھے کسی ہوٹل میں بیٹھا ہوا دیکھتے۔ تو مجھے دیکھ کر ہوٹل میں آ جاتے۔ اور طرح طرح کے بیہودہ اعتراض اور بکواس شروع کر دیتے۔ ان دنوں خاکسار رات کو بمبئی میں کھمبالہ ہل روڈ پر رہتا تھا۔ بمبئی میں ان لوگوں کو جو گھر پر کھانے یا چاء کا انتظام نہ کر سکیں ہوٹل میں کھانے اور چاء کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ضرور جانا پڑتا ہے۔ خاکسار بھی ان دو ضرورتوں کے پورا کرنے کی خاطر شام کو ضرور کھمبالہ ہل روڈ پر ایک حلق کے ہوٹل میں جاتا چونکہ مزدور طبقہ کے لوگ اپنے کاموں سے فراغت پا لیتے ہیں۔ تقریباً ہر ایک ہوٹل لوگوں سے بھرا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ جس ہوٹل میں شام کو خاکسار اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کی خاطر جایا کرتا۔ اس میں زیادہ تر ایسے لوگوں کی کثرت تھی۔ جو دہلی۔ امروہہ۔ مراد آباد ضلع ہزارہ (جو خاکسار کی جائے پیدائش ہے) کے رہنے والے ہوا کرتے تھے۔ دیکھا گیا۔ کہ ان سے طرح طرح کے سوال و جواب میں رات کے ایک بجے کا وقت ہو جاتا۔ اسی طرح کئی دن اور کئی مہینے گذر رہے۔ غرض خدا تعالےٰ نے اپنے مسیح موعودؑ کا نام اس رنگ میں کئی انسانوں تک پہنچایا۔ لوگوں کے جوش غیظ و غضب کو دیکھتے ہوئے خاکسار کی زبان پر حضرت مسیح موعودؑ کے یہ اشعار جاری ہو جاتے ؎

جب سے ملا وہ دلبر دشمن ہیں میرے گھر گھر
دل ہو گئے ہیں پتھر قدر و قضا یہی ہے
مجھ کو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے
تیغ و تبر دکھاتے ہر سو ہوا یہی ہے
اس راہ میں اپنے قصے تم کو میں کیا سناؤں
دکھ درد کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے
حرف وفا نہ چھوڑوں اس عہد کو نہ توڑوں
اس دلبر ازل نے مجھ سے کہا یہی ہے

غرضیکہ خاکسار اپنے دل کی تسکین ان اشعار کے پڑھنے میں پاتا۔ اور اسی طرح کئی راتیں اور کئی دن اور کئی مہینے خدا تعالےٰ کے رحم و احسان سے تسلی میں کٹتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقعہ کے مناسب حال کیا خوب فرمایا۔ ع

"سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل"

الغرض۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کے ارشاد قدیم کو حق الیقین سے ہر آن پورا ہوتے پایا۔ یقیناً ہر ایک خدا تعالےٰ کی طرف جانے والا انسان بقول حضرت مسیح موعودؑ ؎

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کردی

کے نظارہ کو اپنی عمر میں بارہا دیکھ لیتا ہے۔ پھر کئی لوگ ایسے ملتے جو روزگار کی تلاش میں حیران سرگردان ہوتے۔ بمبئی میں اور ہر بڑے شہر میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے۔

خاکسار کے ساتھ جب کسی ہوٹل یا کسی بازار میں لوگ جھگڑا فساد کرتے۔ یا گالی گلوچ بکتے۔ تو ایسی حالت میں بیکار اور روزگار کے متلاشی لوگ فساد کے دب جانے پر مجھے ملتے اور کہتے کہ آپ تو بڑے اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں نہایت افسوس اور رنج ہے۔ کہ یہ لوگ خواہ مخواہ آپ کو چھیڑتے ہیں۔ بیکسی کے حالات میں ہر انسان اتنی ہی دلجوئی اور ہمدردی کو غنیمت سمجھتا ہے۔ خاکسار بھی اپنی بیکسی میں مذکورہ الفاظ ہمدردانہ کو اپنے لئے ایک نعمت تصور کرتا۔ اور ایسے ہمدردانہ الفاظ کے اظہار کرنے والوں پر بمبئی کے دستور کے موافق کچھ خرچ کر دیا کرتا۔ ایسے لوگ میرے مکان پر آ جاتے۔ اور کئی کئی دن تک رہتے۔ جب تک ایسے لوگوں کو کوئی روزگار نہ ملتا اس وقت تک احمدیت کے شیدائی معلوم ہوتے۔ لیکن جب روزگار کی کوئی صورت ہو جاتی تو پھر خاکسار کی ملاقات سے بھی کتراتے۔ اگر کبھی کبھار بغیر کسی ارادہ کے آمنا سامنا بھی ہو جاتا۔ تو ایسا معلوم ہوتا۔ کہ ان کو میرے پاس کھڑے رہنا ایک قسم کی موت ہے۔ اور یہ اس لئے کہ لوگوں سے ڈرتے کہ۔ احمدی کے پاس کھڑے رہنے پر ہماری ملازمت ضائع ہو جائیگی۔ لیکن ایسے لوگوں کو خاکسار نے ہمیشہ ذلیل اور ذلت میں ہی دیکھا۔ یہ نظارہ بھی ؎ خود کنی و خود کنانی کار را خود تو رونق دہی آں بازار را۔ کا ہی ایک منظر ہے۔ (باقی آئندہ)

میرے مشاہدات وتاثرات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ

(۸)

ہمارا روحانی تاجدار

اس جلسہ میں سب سے عظیم الشان ہستی جو میری ہی نہیں بلکہ ہزارہا انسانوں کی جاذب نظر بنی ہوئی تھی۔ وہ سیدنا امیر المومنین کی ہستی تھی۔ یہی وہ انسان ہے جس کے منہ کے کلمات قوم میں زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ جس کی ذرا سی خفگی اس کے فدائی کے لئے موت کا سامان پیدا کر دیتی ہے وہ ایک بادشاہ ہے۔ جو دلوں پر حکومت کرتا ہے۔ جس کا تخت انسانی قلوب کو جمع کر کے بنایا گیا۔ جس کے لئے ایک فدائی اپنی اولاد اور اپنے مال اپنی عزت وآبرو کو قربان کر دینا آسان خیال کرتا ہے۔ میں نے اسے ان ایام میں دیکھا۔ اور غور سے دیکھا۔ اور میں محو حیرت رہ گیا۔ میں نے زندگی کے آٹھ بہترین سال مصر کی سرزمین میں گزارے تھے۔ میں نے مصری لیڈروں کو دیکھا تھا۔ اور قریب سے دیکھا تھا سعد زغلول پاشا۔ مصطفیٰ نحاس پاشا۔ محمد محمود پاشا۔ صدقی پاشا ثروت پاشا جیسے زبردست لیڈروں کی شکلیں میری نظر میں گزرنے لگیں۔

پھر مصر میں رہنے کی وجہ سے ان قوموں کے لیڈر بھی میری نگاہ میں آنے لگے جو مصر کے جوار میں ہونے کی وجہ سے بکثرت وہاں آباد ہیں۔ فلسطین کا مفتی اعظم۔ شام کا ڈاکٹر شاہ بندر جبل دروز کا سلطان پاشا الطرش۔ عراق کا عبد المحسن سعدون بک۔ ایران کا رضا شاہ۔ ٹرکی کا غازی کمال پھر اٹلی کا موسولینی۔ جرمن کا ہٹلر۔ یہ سب میری نگاہ میں سے گزرنے لگے۔ اور میں تصورات کے سینما میں محو تماشا ہو گیا۔ پھرتے پھرتے میری نظر نے گاندھی اور نہرو کو اپنے سامنے پایا۔ ان سب لوگوں نے دنیا میں ناموری اور کمال کو حاصل کیا۔ دنیا اور دنیا کے اموال ان کے قدموں میں سربسجود ہو گئے۔ مگر میں نے ان میں سے ہر ایک کی تاریخ کی ورق گردانی کی۔ میں نے سب کی ہسٹری میں ناکامیوں اور حسرتوں کا انبار لگا ہوا دیکھا۔ میں اس موضوع پر ذرا بسط کے ساتھ لکھنا چاہتا ہوں۔ میں مصر میں عرصہ دراز تک رہا۔ مصر کے لیڈر اعظم سعد زغلول سے بارہا شرف ملاقات حاصل کیا۔ سعد کی زندگی کے بہتیرے ورق میری آنکھ کے سامنے ہیں۔ وہ مصر کا رئیس محبوب تھا۔ میں نے بارہا مصر کے شہروں میں **فلیحی سعد پاشا زغلول** اور **فلیحی رئیس المحبوب** کے پر کیف پر طرب نعرے سنے۔ نوجوانوں کی فوجوں کی فوجیں ریلوں اور ٹراموں کے پائیدانوں اور چھتوں پر چڑھ کر نعرہ زن ہوتے دیکھیں میری آنکھوں نے ۲۳ء میں دیکھا کہ زغلول پاشا جبرالٹر میں نظر بند تھا۔ اور ملک کا فلاح مانچسٹر اور لنکاشائر کے انگریز ایجنٹ سے روٹی کی قیمت بتلاتے ہوئے کہتا تھا۔ کہ

استقلال من رئیس المحبوب

روٹی کی قیمت میرے پیارے لیڈر سے پوچھ

وطنیت کا یہ نظارہ مجھے کبھی نہ بھولیگا۔ ملک کی متحدہ کوشش نے انگلستان کو مجبور کر دیا۔ کہ سعد کو آزاد کرے۔ سعد آزاد ہو کر مصر میں واپس آیا دو بجے سکندریہ سے آنے والی گاڑی میں اس کے ورود کا اعلان ہوا۔ میں نو بجے صبح کے اسٹیشن کی طرف گیا۔ اسٹیشن سے لے کر سعد کے گھر تک ایک انچ جگہ اپنے کھڑے ہونے کے لئے نہ پا سکا تحقیقات پر معلوم ہوا۔ کہ صبح ۷ بجے سے لوگ جگہ کے لئے کھڑے ہیں۔ ایک ایک کرسی کی جگہ ایک ایک پونڈ کرایہ پر چڑھ گئی۔ لاکھوں انسان سعد کی زیارت سے محروم رہ گئے۔

میں نے اس کی عظمت کو اور اس کی اس حکومت کو جو وہ دلوں پر کر رہا تھا دیکھا۔ اور دل سے تسلیم کیا۔ اس قسم کے دو تین نہیں بلکہ بیسیوں نظارے میری آنکھ نے دیکھے۔ مگر کیا سعد اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس کے نام لیواؤں میں سے ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے سعد کی حکومت کو تباہ کرنے کے لئے خفیہ انجمنیں بنائیں۔ اور انگریزوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ شفیق منصور بیرسٹر جو سعد کا فدائی بنا ہوا تھا۔ غدار ثابت ہوا۔ اس نے ایک پارٹی بنائی۔ اور انگریزوں کو قتل کروانا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ گورنر سوڈان بھی ان کے ہاتھ سے بچ نہ سکا۔ سعد کو وزارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اور اس کی سیاست کو فیل۔ یہی نہیں بلکہ ایک نوجوان نے خود سعد کو جو رئیس محبوب کہلاتا تھا۔ ایسے وقت میں گولی کا نشانہ بنانا چاہا جب کہ وہ اپنے وزرا اور حاشیہ نشینوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور فوج اور پولیس کی باگ ڈور اس کے قبضہ و اقتدار میں تھی اور بڑے بڑے جنگی افسر اس کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ مصری نوجوان کی گولی سنسناتی ہوئی نکلی اور سعد کو زخمی کر کے گزر گئی۔

اس پر بس نہیں

اس کے یاران وفا جو اس کے ساتھ قید و بند کی مصیبتیں اٹھاتے رہے۔ اس سے جدا ہوئے انہوں نے الگ پارٹیاں قائم کیں۔ اور سعد کو شکست دینے کے لئے اس سے ایک زبردست جنگ شروع کر دی۔ جس کا خاتمہ سعد کی موت بھی نہ کر سکی۔ اور وہ جنگ امت مصری کا سیاسی شعار بن گئی۔

یہ وہ مصری قوم کا ناخدا تھا جس کی شان کے نظارے ابتک میری آنکھوں میں موجود ہیں۔ اسی طرح ہر وہ لیڈر اور وہ زعیم جس کا میں نے نام لیا ہے اس کی زندگی کے اوراق میرے سامنے سے گزرتے چلے گئے۔ میں نے یکے بعد دیگرے دیکھا۔ کہ ان کی کتاب زندگی میں قلوب پر حکومت۔ عالمگیر عزت و شہرت کے سنہری حروف کے بعد ناکامی و نامرادی کے سیاہ حروف لکھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھتے دیکھتے میرے تصور نے مجھے بیدار کیا۔ اور میں نے اپنے امام کو دیکھا۔

وہ ایک ایسا انسان ہے۔ جس میں متانت و سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس کے چہرے پر ایک دائمی مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے۔ جو دلوں کو اسیر کرتی ...... ہے۔ اس کی آنکھوں میں شرم و حیا کی لہریں دوڑتی نظر آتی ہیں۔ وہ جب بولتا ہے۔ تو اس کا کلام کانوں سے گزر کر انسانی سینے میں اتر جاتا ہے۔ وہ شہد کی طرح میٹھا اور میخ کی طرح گڑ جانے والا۔ فولاد کی طرح سخت ہوتا ہے۔ وہ اپنی روحانیت سے لوگوں کو فتح کر لیتا ہے۔ اور جو اس کا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی متاع زندگی اس کے ہاتھوں بیچ دیتا ہے۔ میں نے اسے دیکھا۔ کہ وہ جلسہ کی سٹیج پر کھڑا تھا۔ اور ہزارہا انسانوں کی نظریں اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ سانسوں کی رفتار رک گئی تھی۔ اور انسان اس کی دید میں محو تھے۔ جیسے شرابی نشے کی حالت میں محو ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی جاذبیت کی پوری قوتوں کے اسٹیج کے اعلیٰ طبقے پر کھڑا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں اسکی بلائیں لیں اور کہا۔ کہ جو مقام تجھے حاصل ہے۔ وہ نہ کسی لیڈر کو اور نہ کسی بادشاہ کو حاصل ہے۔ اٹلی کا جبار مسولینی بیشک اپنی قوم کے دلوں پر حکومت کر رہا ہے۔ مگر اس کی طاقت کے مظاہروں کو دور کر دو۔ فوجوں اور توپوں کو اس سے دور لے جاؤ۔ اور لوگوں کو کہدو کہ اس کا سلطہ عسکریہ چھین لیا گیا ہے پھر دیکھو کہ مسولینی زندہ رہتا ہے۔ یا اپنی ہی قوم کی گولیوں کا نشانہ ہو جاتا ہے۔

یہی حال ہٹلر کا ہے۔ توپوں کی پناہ میں فوجوں کی مدد سے کمزور مخلوق کے دلوں پر حکومت کر لینا کوئی فخر کا مقام نہیں۔ مگر میں نے دیکھا۔ کہ ہمارا روحانی تاجدار ان تمام دنیاوی قوتوں سے الگ ہے۔ اور پھر وہ دلوں پر حکومت کرتا ہے۔

حکومت بھی ایسی کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ جس قدر اس جلسے میں موجود تھے اور وہ جو یہاں حاضری سے معذور تھے۔ ان سب کی زندگی اس ایک انسان کے ادنیٰ اشارے کی رہین ہے ان کی جائیدادیں ان کے اموال۔ ان کی اولادیں یہ سب ایک اشارے پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ یہ جذبۂ محبت جو روحانی جذبہ ہے۔ میں نے صرف اور صرف اس قوم میں دیکھا۔ جو یہاں موجود تھی اور یہ دلوں پر حکمرانی اور اقتدار صرف اس انسان کا دیکھا۔

میں نے دیکھا کہ جس دن اس نے تخت خلافت پر قدم رکھا اس دن جماعت میں ایک زلزلہ پیدا ہوا جس نے جماعت کی دیواروں میں ایک خطرناک شگاف ڈالدیا۔ اس وقت جس قوت وطاقت سے اس عمارت کو اس اولوالعزم انسان نے دوبارہ مکمل کیا وہ اسی کا حصہ تھا۔ اس وقت لوگ کہتے تھے۔ کہ اب یہ عمارت اپنی اصلی حالت پر نہیں آسکتی۔ جب وہ اس تجدید و تکمیل سے فارغ ہو رہا تھا تو منافقوں نے ایک اور دجالی جال پھیلا دیا۔ جس سے دشمن اور دوست خیال کرنے لگے کہ اب پھر یہ کشتی بھنور میں جارہی ہے۔ لیکن اس کے آہنی بازو اسے پھر کنارے کی طرف لے آئے۔ کہ یکایک طاغوتی قوتوں نے ہجوم کردیا۔ ایک طرف سے منافق اٹھے دوسری طرف سے تمام مذاہب و ملل کے زعماء نے اپنے اپنے ہتھیار سنبھال لئے حکومت بھی بدظن ہوگئی۔ اور طرح طرح کی آوازیں سنی جانے لگیں۔ کہنے والوں نے کہدیا کہ ہم چاروں طرف سے حملہ کریں گے۔ گھیریں گے۔ مقابلہ کریں گے۔ اور اس انسان کو جو روحانیت کے تخت پر جلوہ افروز ہے مٹا کر دم لیں گے۔ شور بڑھا اور بڑھا۔ جوش بڑھا اور بڑھا۔ حتیٰ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اور اس دھوآں دھار حالت میں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ لیکن جب ذرا یہ جوش مدہم ہوا۔ تو ہم نے دیکھا۔ ہمارا امام فتح کے گھوڑے پر سوار ہے۔ دائمی مسکراہٹ اس کے چہرے پر کھیل رہی ہے۔ دشمن کی فوجیں ہزیمت خوردہ ہیں۔ اور وہ سٹیج پر کھڑا ہو کر قوم میں زندگی کی روح پھونک رہا ہے۔ اور آسمان سے ملائکہ فتح کے پھول اس پر نچھاور کر رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں

ولیم دی کانکرر

اور خدا کی مخلوق جو اس کی محبت میں سرشار ہے۔ نعرہ زن ہے۔

امیر المومنین زندہ باد

میں نے اس پرکیف نظارے کو دیکھا اور مست ہوگیا۔ میرے کانوں نے سنا۔ کہ وہ اپنی قوم سے خطاب کر کے کہہ رہا تھا۔ کہ

> تم نے اس دنیا کی ہر ایک چیز کو بدل دینا ہے۔ بس تم جس چیز کو دیکھو۔ تم اس کو کہو۔ کہ تم کو بھی بدل دیا جائیگا۔ حتیٰ کہ یہ زمین و آسمان بھی تمکو بدلنا ہوگا۔ دنیا کی قومیں اور دنیا کی حکومتیں دنیا میں امن قائم نہ کرسکیں۔ امریکہ اسمیں فیل ہوگیا۔ لیگ آف نیشن اس میں ناکام ہوگئی اب تم کو دنیا میں امن قائم کرنا ہے اور جنگوں کو مٹا دینا ہے۔ بس تم کو ایک ایسی حکومت قائم کرنی ہوگی۔ جس میں توپ وتفنگ کا نام مٹا دیا جائیگا۔
>
> (مفہوم اپنے الفاظ میں)

میں نے ان الفاظ کو سنا ہے۔ اور پھر اس فولادی انسان کو دیکھا۔ جو اپنے خادموں کو خادم نہیں جانتا۔ بلکہ ان کو دنیا کی سیادت و قیادت کے لئے تیار کر رہا ہے۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ ہمالیہ کی چوٹی سے بھی بلند اپنا عزم رکھتا ہے۔ وہ دنیا کی ہر چیز کو بدل دینا چاہتا ہے۔ وہ اس قدر تبدیلی پیدا کرنی چاہتا ہے۔ حتیٰ کہ لوگ کہہ اٹھیں۔ کہ اس دنیا کا زمین و آسمان ہی بدل گیا۔ ایسی تبدیلی کہ جیسے گویا مشرق کے پہاڑ مغرب میں اور مغرب کے مشرق میں رکھنے پڑیں گے۔ جس میں یورپ اور امریکہ کے دریا ہندوستان میں اور ہندوستان کے دریا یورپ و امریکہ میں لے جانے ہونگے۔ یعنی موجودہ عادات و تقالید کو کچل دیا جائیگا۔ باطل پرستوں کو مٹا دیا جائیگا۔ اور مخلوق خدا کو وحی الہی کے صاف و مصفا چشموں پر لاکر کھڑا کر دیا جائیگا۔

اس پر بس نہ کرتے ہوئے اس دنیا کی زہریلی گیس اور موت احمر توپیں دنیا سے مٹا دی جائیں گی اور وہ کام جو دنیا کی طاقتیں نہ کرسکیں گی وہ کر کے رکھ دیا جائیگا۔ میں نے یہ سنا اور پھر نیم مدہوشی کی حالت میں اسے دیکھا۔ اور پھر دیکھا۔ تب میں نے کہا۔ کہ ہٹلر اور موسولینی مردہ باد۔ میرے دل میں ان کے لئے حقارت کے جذبات پیدا ہوئے اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی سیادت اور جوع الارض کی بیماری کی وجہ سے دنیا کی تباہی اور ہلاکت کو اپنا شعار زندگی بنا لیا ہے۔ ہٹلر کے فقرات میرے کان میں گونجنے لگے۔ جو کہتا ہے۔ کہ دنیا کی ہر ایک چیز کی نسبت میرا ہمدرد میرا توپ ہے پھر موسولینی کی تقریریں میرے کان میں گونجنے لگیں۔ جو حبشہ کی تباہی اور طرابلس الغرب کے مسلمانوں کی ہلاکت کے لئے وقتاً فوقتاً کی گئی تھیں۔ دنیا ان تقریروں سے لرزہ براندام ہے۔ اور مخلوق اپنے تصور میں خون کے دریا بہتے دیکھ رہی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت آج یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس نظام کو بدل دیا جائیگا۔ اور توپیں توڑ دی جائیں گی حکومتوں کے قوانین بدل دئے جائیں گے۔ اس حالت میں قادیان کی بستی سے جسے خدا نے ارض حرم قرار دیا ہے۔ ایک آواز اٹھی۔ جو ایک نہتے انسان کی آواز ہے۔ اور آج جسے کمزور سمجھ کر کچلنے کے منصوبے کئے جارہے ہیں۔ جس کے ساتھ ایک جماعت ہے۔ اور وہ بھی اسکی طرح دنیاوی قوت کے لحاظ سے بالکل بے دست و پا۔ آج لوگ بیشک اس نعرہ کو مجنونانہ نعرہ خیال کریں۔ مگر میں نے اپنے تصور و تخیل میں ان پستیوں اور ان حکومتوں کو دیکھا۔ جن کی طرف امام کامگار اشارہ کر رہا ہے۔ پس میں نے کہا۔ کہ وہ جو توپ و تفنگ کو توڑے وہ یقیناً ہٹلر اور موسولینی سے بڑا ہے وہ توپ و تفنگ کے پجاری ہیں۔ اور یہ سلامتی کا شہزادہ اور صلح کا علم بردار ہے میں نے کہا یہی وہ محبت سرا ہے جس کی طرف خدا کا برگزیدہ مسیح اشارہ کرتا تھا۔

"امن است در مکان محبت سرائے ما!"

تب میرے وجدان اور شعور نے میرے دل میں امیر المومنین کی محبت کا بے پایاں سمندر موجزن کر دیا۔ اور میں نے کہا۔

دنیا ایسے ہی لیڈر اور رہنما کی محتاج ہے۔
جو کمزوروں کو ظالموں اور جباروں پر فتح دے
جو بہادری کا نمونہ ہو۔ جو ساری دنیا سے جنگ کرے۔ اور ایک قطرہ خون گرنے نہ دے۔
جس کے دل میں اپنے لئے کوئی خواہش نہ ہو۔
وہ فتح کرے اور پھر سب کچھ قوم کو دے دے
جو قوم کو اپنی قوت بازو جانے۔ اور اسے دنیا کی تمام قوموں پر سیادت حاصل کرادے
جو صرف لیڈر نہ ہو اور نہ سروں پر بار نہ ہو۔
جو فصیح البیان ہو۔ سیاست و حکومت کا سرچشمہ ہو۔ قومیں جس سے راہنمائی حاصل کریں
نہ گھبرانے والا دل و دماغ رکھتا ہو۔ اور نہ تھکنے والے قوا۔

تب میں نے کہا۔ کہ بیشک یہی وہ جس سے دنیا امن پائے گی۔ میرے سامنے جلسے کے ایام کا نظارہ سینما کی شریط کی طرح گزرنے لگا۔

میں نے دیکھا۔ کہ جلسہ سے قبل امیر المومنین ۱۰ بجے گھر سے نکلے۔ سالانہ جلسہ کے ایک ایک شعبہ اور برانچ میں تشریف لے گئے۔ ہر ایک انتظام کو دیکھا۔ اور ہدایات دیں۔ یہ سلسلہ اس قدر لمبا ہوا کہ ایک بج گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ملنے والوں کا لشکر جرار ہے۔ جو قصر خلافت کے سامنے کھڑا ہے۔ ان میں سے ایک ایک دو دو۔ دس دس بیس بیس آدمی ملنے کے لئے جارہے ہیں۔ یہ شہزادۂ امن ہر ایک کو خندہ پیشانی سے مل رہا ہے۔ اور ہر ایک کا کھڑے ہو کر استقبال کر رہا ہے۔ نہ کھانے کا خیال ہے۔ نہ پانی کی پیاس ہے۔ اور نہ کسی ضرورت کی طرف دھیان گھنٹوں یہ سلسلہ چلا جاتا ہے۔ رات کے بارہ بارہ بج جاتے ہیں۔ مگر نہ تھکن اور نہ بشاشت و مسکراہٹ میں کمی۔ اس ہمت کو دیکھ کر میری عقل حیران ہونے لگی۔ بارہ بجے رات کے اس مشغلے سے فراغت ہوئی۔ تو دو تین بجے تک ضروری رپورٹیں اور کاغذات اور اطلاعات کا لینا بھی ضروری ہے۔

ذرا بستر پر لیٹے تو موذن نے اللہ اکبر کہدیا اسی وقت وضو کر کے مسجد میں تشریف لے گئے اور پھر ملنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ اس سے فراغت ہوئی تو کبھی مستورات کے جلسہ گاہ میں تقریر ہے۔ اور کبھی مردوں کے جلسے میں ہزارہا انسان سن رہے ہیں۔ اور گھنٹوں دریا بہہ رہا ہے یہ سلسلہ تمام ایام جلسہ میں رہتا ہے۔ گھنٹوں بولنا۔ گھنٹوں بیٹھنا۔ گھنٹوں کھڑے رہنا۔ گھنٹوں مصافحہ کرنا۔ اور ہر ایک کے دکھ درد کی کہانی سننا اور اس پر مرہم رکھنا۔ یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں مجھے دنیا کے لیڈروں میں سے کسی لیڈر کا نام بتلاؤ

جو اس مقام کو حاصل کئے ہوئے ہو۔ بس ہیں۔ جلسے کے ایام میں اس انسان کو دیکھتا اور اس کی قوت جاذبیت کا مشاہدہ کرتا۔ اس کی بسالت اور دانائی پر غور کرتا اور محو حیرت ہو جاتا۔ اور میرے دل میں بار بار آتا۔ کہ میں اس پر عظمت اسٹیج کے سامنے حالت وجد میں چاروں طرف نعرے لگاؤں

امیر المومنین زندہ باد

اور

یارب رہے سلامت یہ پیشوا ہمارا

موتیا بند کی دوا

موتیا بند کی بیماری میں چند سال تک پانی پکنے کا انتظار کرنے کے بعد بذریعہ عمل جراحی آنکھ سے پانی نکلوانے پر دیکھنے لگے۔ دوبارہ دنیا کی سیر کر لو۔ اور اگر آنکھ بگڑ گئی۔ تو زندگی کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔

یہ دوا جڑی بوٹیوں کے مجموعہ سے تیار کی گئی ہے۔ جو موتیا کی بیماری کے واسطے از حد مفید ہے۔ چند روز کے استعمال سے یہ دوا اپنا اثر دکھانے لگتی ہے۔

نیز موتیا کی وہ آنکھیں جو بن چکی ہوں۔ ان میں اکثر جلن یا دھندلا پن اور آنکھ کے ڈیلوں میں درد رہتا ہو۔ تو ان مریضوں کے واسطے بھی فائدہ مند ہے۔ قیمت ایک شیشی جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے۔ عہر

تین شیشیوں کا سٹ ۳ر ـ خرچہ وی۔ پی و پیکنگ بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

آنکھوں کا ہسپتال قادیان (پنجاب)

احمدی حجاج کے آرام کیلئے

ہم نے احمدی حجاج کے حج کے لئے اس دفعہ خاص انتظام کیا ہے۔ جو احباب اس سال حج پر جانا چاہیں۔ وہ مجھ سے یا مینجر صاحب اخبار "سالار" ڈنکن روڈ نمبر ۳۲۵ ۔ بمبی نمبر ۸ سے خط و کتابت کریں۔ والسلام

(خاکسار محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان

چندہ تحریک جدید سال دوم کے وعدے جلد پورے کئے جائیں

تحریک جدید کا مستقل ریزرو فنڈ صدقہ جاریہ ہے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تحریک جدید کے مستقل ریزرو فنڈ کے بارے میں یہ تجویز ہے۔ کہ چندہ تحریک جدید سال دوم کے وعدے کرنے والے مخلصین اپنے وعدوں کی رقوم حتی الوسع جلد سے جلد اس لئے ادا کر کے ثواب حاصل کریں کہ اکٹھا روپیہ ہو جانے پر اس سے کوئی جائیداد خریدی جائے۔ یا اسے کسی سودمند تجارت پر لگایا جا سکے۔ اس کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا منشاء مبارک یہ ہے کہ تحریک جدید کے مستقل عملہ کے اخراجات اس جائیداد کی آمد یا تجارت پر لگائے ہوئے روپیہ کے منافعہ سے حاصل کئے جائیں۔ اور چندہ کی رقوم صرف ہنگامی اور وقتی ضروریات پر صرف ہو سکیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کا منشاء مبارک ہے۔ کہ جن مخلصین نے اپنے وعدے کئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے وعدوں کا ایفا حتی الوسع جلد تر فرمائیں۔ اس لئے احباب سے درخواست ہے۔ کہ آپ اپنے وعدے کی رقم اس لئے جلد ادا فرمائیں۔ کہ آپ کا روپیہ بھی خرید جائیداد یا تجارت کے سودمند سودے میں صرف ہو جائے۔ اس سے جو آمد ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ چونکہ وہ ایک ہمیشہ کی مستقل آمد ہوگی۔ اس لئے جب بھی ایسی آمد موصول ہوگی اس میں آپ کا بھی حصہ ہوگا۔ پس وہ آمد آپ کے لئے صدقہ جاریہ کا ثواب رکھے گی ایسے صدقہ جاریہ کے ثواب میں شامل ہونے کے لئے آپ کو اپنے اوپر کسی قدر تنگی ڈال کر اور اپنے اخراجات کو پیچھے ڈال کر بھی شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ آپ کو صدقہ جاریہ کا ثواب حاصل ہو۔

علاوہ ازیں چندہ تحریک جدید سال دوم کے وعدوں کے جلد تر ادا کرنے کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد بھی ہے۔ کہ پہلے دینے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ جو شخص آج دیتا ہے۔ وہ اگلے دسمبر میں دینے والے سے گیارہ ماہ پہلے ثواب حاصل کرتا ہے۔ ایک دن کا ثواب بھی کوئی معمولی چیز نہیں۔ کہ اسے چھوڑا جا سکے۔ جو لوگ ملازمت میں ایک دن پہلے شامل ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ سینئر رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ سمجھ لو۔ کہ خدا تعالےٰ کے انعام اس پر پہلے ہونگے۔ جو پہلے شامل ہوتا ہے۔ سوائے کسی ایسی مجبوری کے جو خدا کے ہاں بھی مجبوری ہو۔ لیکن وہ مجبوری نہیں جو انسان اپنے لئے خود قرار دے لے۔

اس رشاد کی تعمیل میں بھی آپ کو فوری طور پر لبیک کہنا چاہیئے۔ لیکن جبکہ حضور کا منشاء مبارک ہے۔ کہ احباب اپنے وعدے حتی الوسع جلد ادا کریں۔ تا اکٹھا روپیہ ہونے پر اسے مستقل ریزرو فنڈ میں لگایا جا سکے۔ تو آپ پر اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ حتی الوسع جلد تر اپنے وعدہ کا ایفا فرماتے ہوئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور دعا حاصل کریں۔

فنانشل سکرٹری تحریک جدید قادیان

مقدمہ ریتی چھلہ کے بیگناہ احمدی ملزم بری ہو گئے

زبردست اعزازی جلوس کا نظارہ

ریتی چھلہ کی چار دیواری پر دو احمدی نوجوانوں کو محض اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ کہ انہوں نے مفسد احراری والنٹیرز کو انجمن کی مملوکہ و مقبوضہ زمین میں سے گزرنے سے روکا۔ ۳۰ر یوم تک گورداسپور جیل میں رکھ کر ۴ر تاریخ کو ان کو بری کر دیا گیا۔

دونو نوجوان ۵ بجے کی ٹرین سے قادیان آئے۔ نیشنل لیگ کور نے ان کا زبردست استقبال کیا۔ کور نے ان کے اعزاز میں آرچ بنایا اور اس میں سے گزارا۔ پرجوش نعروں کے ساتھ یہ جلوس پر امن طریق سے ریلوے روڈ سے چلکر محلہ دار الفضل ریتی چھلہ بڑا بازار۔ الحکم سٹریٹ۔ احمدیہ چوک سے گزر کر گلی کمہاراں تک گیا۔ جہاں چوہدری منگو کو باعزت اس کے مکان پر پہنچا دیا گیا۔ اور پھر پرانا اڈا۔ چھوٹا بازار۔ بڑا بازار میں سے گزر کر نئے بازار میں شیخ سراجدین کو پہنچا کر جلوس منتشر ہو گیا۔

(مفصل پھر)

بقایاداران کے نام وی۔ پی جاری ہو رہے ہیں۔ وی وصول فرما کر دفتر کو شکریہ کا موقع دیں

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔